٧٨٦

١١٠-٩٢

یا صاحب الزماں ادرکنی

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

ذکاء الافہام بجواب جلاء الافہام

سو سنار کی ایک لوہار کی

مؤلفہ

عبدالکریم مشتاق

ہیں۔ لہٰذا نکاح جائز ہوا۔

اعتراض ۹:۔ قلم دوات اور کاغذ کے متعلق جب حضور اکرم صلعم نے سوال کیا تھا تو حضرت علی گھر میں موجود تھے یا نہ؟

جواب ۹:۔ یہ بات تو آپ کو اپنے امام بخاری اور امام مسلم سے دریافت کرنا چاہیے۔ مگر خیر ہم بتائے دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ مدینۂ رسول ہی میں تھے۔ لیکن چند مشہور خواتین دورانِ مرضِ رسولؐ حضرت علیؑ اور رسالت مآبؐ کی ملاقات میں رکاوٹیں پیدا کرتی تھیں۔ لہٰذا ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی تاریخ الامم والملوک جزء ۳ ص ۱۹۵ کا مطالعہ فرمالیجیے۔ نیز وقائع سنۃ الحادیہ عشرۃ وغیرہ بھی دیکھ لیجیے گا۔ شبہہ دور ہوجائے گا کہ حضرت امیر علیہ السلام اس مجلس میں موجود نہ تھے۔

اعتراض ۱۰:۔ اگر نہیں تھے تو کہاں گئے تھے۔ حوالہ تصریحی مطلوب ہے؟

جواب ۱۰:۔ حضرت علی علیہ السلام مدینہ میں ہی تھے اور قریب ہی تھے۔ مگر باوجود حضورؐ کے طلب فرمانے کے مشہور ہستیاں ملاقات میں رکاوٹ پیدا کرتی تھیں طبری ملاحظہ فرمالیجیے۔ حوالہ بالصراحت اور معقول ہے۔

اعتراض ۱۱:۔ اور اگر موجود تھے تو آپ نے تعمیلِ حکم میں کیوں کوتاہی کی۔ جبکہ آقائے نامدار پانچ دن تک زندہ رہے۔ اور کاتب الوحی بھی حضرت علیؑ تھے؟

جواب ۱۱:۔ جب قضیۂ قرطاس رونما ہوا اور حضورؐ نے قلم دوات طلب فرمائی۔ تو اس مجلس میں علیؑ موجود نہ تھے۔ یا کسی مستند شیعہ

کتاب کے صحیح و مکمل حوالے سے ثابت کیجیے کہ اس وقت وہاں علیؑ موجود تھے۔ اگر بالفرضِ محال یہ مان لیا جائے کہ علیؑ موجود تھے تو پھر بھی مزاحمت شدید مانع تعمیلِ حکم ہوگی۔ حالانکہ حکم قرآن ہے کہ نبیؐ کے پاس بلند آواز میں گفتگو نہ کی جائے۔ اور آپؐ سے اونچی آواز میں گفتگو نہ کی جائے لہٰذا بحث "ہذیان" میں تلخی کا ہونا ناگزیر امر تھا اور علیؑ اس وقت قرآن کے خلاف کوئی عمل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے" (حدیثِ رسولؐ) لہٰذا ایسا مفروضہ غلط ٹھہر جاتا ہے۔ نیز یہ کہ گمراہی سے بچانے والی وصیت کی ضرورت ان کو تھی جن کے گمراہ ہونے کا امکان تھا۔ حضرت علیؑ کے گمراہ ہونے کا امکان ہی نہ تھا کیونکہ وہ معصوم تھے۔

اعتراض ۱۲:۔ آل سے مراد کون ہیں۔ کیا حضور اکرم کی اولاد ہیں یا اور بھی شامل ہو سکتے ہیں؟

جواب ۱۲:۔ آل سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن پر صدقات حرام ہوتے ہیں اور وہ صرف حضورؐ کی اولاد اور آپؐ کی اولاد کے باپ علیؑ ہیں۔ جن پر درود واجب ہے کوئی دوسرا شامل نہیں ہے۔

اعتراض ۱۳:۔ اگر آل کا لفظ صرف نبی اکرمؐ کی اولاد پر صادق آتا ہے تو حضرت علیؑ آل میں کیسے شامل ہیں جبکہ وہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں؟

جواب ۱۳:۔ خود سرورِ کائناتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو چادر میں مبلا کر آل میں شامل فرمایا۔ اسی لیے آل کو آلِ عباؑ بھی کہتے ہیں۔ جب حضورؐ نے فرمایا کہ علیؑ آل میں ہیں تو از روئے قرآن کسی مومن کو یہ اختیار حاصل

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

نہیں رہ جاتا کہ رسولؐ اگر کوئی فیصلہ فرمادیں تو اس کو دل سے تسلیم نہ کرے ۔ دوم یہ کہ حضرت امیرؑ "نفسِ رسولؐ" ہیں جیسا کہ آیۂ مباہلہ سے ثابت ہے ۔ آپؑ اولادِ رسولؐ کے باپ ہیں ۔

اپنی بیویوں کے متعلق حضرت علیؑ کو اختیار دیا تھا کہ جسے چاہو طلاق دے دینا وہ میری زوجیت سے خارج ہو جائے گی ۔

جنگِ جمل کے بعد امّ المومنین عائشہ کے کان میں امام حسنؑ کے ذریعہ حضرت علیؑ کا پیغام بی بی عائشہ ہی کی زبانی پڑھ لیجئے ۔ حوالہ میں بتا دیتا ہوں ۔ روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۶۶-۶۷ ۔

پس جب رسولؐ نے علیؑ کو آل میں شامل فرمایا تو اُمت کو کسی اعتراض کا اختیار نہیں ہے اور ایسا کرنا قرآنی نقطۂ نگاہ سے قابلِ مذمت ہے ۔ کیونکہ حضرت علیؑ نہ صرف آل ہیں ۔ بلکہ اہلِ بیت طاہرینؑ میں بھی شامل ہیں ۔

اعتراض ۱۴ :۔ اگر آل سے مراد اہلبیت ہیں تو آپ کی بیویاں اہلبیت سے کیوں خارج ہیں؟

جواب ۱۴ :۔ اس سوال کا مفصّل جواب ہماری کتاب "چودہ ۱۴ مسئلے" میں ملاحظہ کر لیجئے ۔ نیز مطالعہ کریں ہماری کتاب "اہلبیتؑ اور ازواج میں فرق"

ہم یہاں مختصراً مگر پورا جواب حضرت اُمّ المومنین عائشہ کی زبان سے دیتے ہیں ۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ترمذی شریف میں ہے کہ زوجۂ رسول بی بی عائشہ نے کہا کہ حضورؐ نے پنجتنؑ کو آل و اہلِ بیت قرار دیا ۔ تب ہی تو آپ لوگ بھی "آلِ عبا" کہتے ہیں ۔ اسی طرح حضرت اُمّ المومنین اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مجھے چادر میں آنے کی اجازت نہیں دی ۔ ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ شریف ۔

پس یہ رسولؐ کی مرضی اور اللہ کا حکم ہے کہ ازواج کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا اور جس جس کو مناسب سمجھا منتخب کر لیا ۔ حضورؐ کی بیویاں نہ آل میں شامل ہیں اور نہ اہلِ بیت میں ۔

تمام اصحابِ رسول آپ کے بقول "عدول" ہیں تو پھر بتایئے صرف دس اصحاب ہی "عشرۂ مبشرہ" میں کیوں شامل ہیں ؟ باقی کس وجہ سے خارج ہوئے ۔ سب صحابہ یارانِ رسولؐ تھے پھر چار یاروں کی تخصیص کیسی ؟ باقی یار کیوں نہیں ؟ جو جواب اس اخراج کا ہوگا وہی ازواج کے متعلق سمجھ لیجئے ۔

اعتراض ۱۵ :۔ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہٗ (اصول کافی) جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے ۔ یہ حدیث آپ کے نزدیک معتبر ہے یا نہ؟

جواب ۱۵ :۔ محوّلہ حدیث کا منقولہ ٹکڑا صحیح ہے اور یہ حدیث معتبر ہے البتہ معترض نے ترجمہ غلط کیا ہے ۔ بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس کے لیے تقیہ نہیں اس کے لیے ایمان نہیں ہے ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تقیہ حفاظتِ ایمان کے لیے ہے اور منکرِ تقیہ کا کوئی ایمان نہیں ۔

اعتراض ۱۶ :۔ اگر معتبر نہیں تو جس کتاب میں یہ حدیث وارد ہے اس کی تائید میں امام مہدی نے دستخط کیوں کیے ؟

جواب ۱۶ :۔ حدیث معتبر ہے ۔ امام مہدیؑ کی تصدیق وتوثیق عند التحقیق ہے اور مسلّم نہیں ہے ۔

اعتراض ۱۷ :۔ اگر وہ معتبر ہے تو امام حسین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے جبکہ انھوں نے تقیہ جیسے مقدس فعل کو ترک کر کے یزید کا

مقابلہ کیا۔

جواب ۱۷:۔ اس لیے کہ امام حسین علیہ السّلام تقیہ کے معنی خوب جانتے تھے۔ یزیدؒ کے مقابلے میں "تقیہ" کس طرح ہو سکتا تھا پہلے آپ تقیہ کے معنی سیکھئے اور پھر سوال کیجیے۔

معاف کیجیے تقیہ کے معنی ایمان و دین فروخت کرنا نہیں ہے بلکہ حفاظتِ دین کو کہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا ہمارے خلاف کر رکھا ہے کہ جھوٹ کو تقیہ کہتے ہیں۔ جبکہ تقیہ حفاظتِ دین و ناموس کے لئے روا ہوتا ہے۔ جب تقیہ کرنے کی صورت میں دین جاتا ہو تو پھر وہ تقیہ نہیں ہوگا۔ بلکہ بے دینی ہوگی۔ پس یزیدؒ کے خلاف تقیہ کر لینا دینِ اسلام کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا لہٰذا امامؑ نے جہاد فرمایا۔

اعتراض ۱۸:۔ حضرت سیّدہ نے جب صدیقِ اکبر سے فدک کا مطالبہ کیا تھا تو حضرت علی اس وقت ان کے ساتھ تھے یا نہ؟

جواب ۱۸:۔ اس کا جواب اپنے علّامہ ابنِ حجرِ مکّی سے دریافت کر لیجیے جنہوں نے ہمارے خلاف تحریر کردہ کتاب "صواعقِ محرقہ" باب اوّل فصل الخامس ص۲۲ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے بی بی پاک کی طرف سے گواہی دی۔

اعتراض ۱۹:۔ اگر تشریف لے گئے تھے تو حضرت فاطمہ کے اس قول کا کیا جواب ہے۔ مثل خائناں ہمچو جنین در رحم پردہ نشین شدہ در خانہ خود گریختہ؟

جواب ۱۹:۔ یہ تو آپ ہی کے ہاں معصومہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اس کا محل یہاں بموقع طلبِ بیعتِ ابوبکر بیان کیا جاتا

ہے۔ طبرسی کی اپنی عبارت نہیں ہے اور اگر کسی شیعہ نے کہیں اسے نقل کیا ہے تو وہ حجّت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیّدہ سے ایسے کلام کی توقع نہیں کی جا سکتی

اعتراض ۲۰:۔ اگر تشریف نہ لے گئے تھے تو کیوں۔ واضح فرمائیے؟

جواب ۲۰:۔ واضح کر چکے ہیں کہ آپ بطورِ گواہ تشریف لے گئے احتجاج طبرسی مطبوعہ نجفِ اشرف میں ہے۔

اعتراض ۲۱:۔ اشتملت شملة الجنين وقعدت حجرة الظنين ظاہر ہے کہ سیّدہ نے حضرت علیؑ پر ناراض ہو کر ایسے سخت الفاظ استعمال کیے۔ فرمائیے۔ ان دونوں معصومین میں سے قصوروار کون ٹھہرا؟!

جواب ۲۱:۔ علّامہ طبرسی کی احتجاج دوبارہ ملاحظہ فرمائیے، کہ انھوں نے یہ جملہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ نقل کیا ہے۔ دخترِ رسولؐ اپنے شوہرِ نامدار کی اطاعت گزار تھیں۔ جب قصور سرزد ہونا ہی ثابت نہیں ہے تو قصوروار کا فیصلہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ دونوں معصوم بے قصور ہیں۔

اعتراض ۲۲:۔ قرآنِ مجید میں ہے۔ "وازواجہ امّھاتھم" یعنی سرورِ کائنات کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ فرمائیے حضرت عائشہ صدیقہؓ اس آیت کے پیشِ نظر حضرت علی کی ماں ہوئیں یا نہ؟

جواب ۲۲:۔ پھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو یہ اختیار کیوں دیا کہ تم میری کسی بیوی کو طلاق دے سکتے ہو میری طرف سے اختیار ہے۔ البتہ بی بی عائشہ کے اُمّ المومنین ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے۔

اعتراض ۲۳:- اگر نہ ہوئی تو ثابت کرو۔ قرآنی آیت درکار ہے۔ بغیر قرآنی آیت کے جواب ناقابلِ قبول ہوگا۔

جواب ۲۳:- سورۂ تحریم پڑھیئے اور اس کی تفسیر بھی۔ پھر معلوم ہوگا کہ "فقد صغت قلوبکما"، کِن دو ازواجِ رسول کے لئے آیا باقی ہم اُمّ المومنین ہونے کا کبھی بھی انکار نہیں کرتے

اعتراض ۲۴:- اگر ماں ثابت ہوئی تو فرمایئے۔ حضرت علیؑ نے ماں سے جنگ کیوں کی جبکہ قرآن شریف میں وارد ہے "لا تقل لھما اُفٍّ و لا تنھرھما و قل لھما قولاً کریماً"، یعنی ماں کو نہ اُف کرنا جائز اور نہ جھڑکنا۔

جواب ۲۴:- حضرت امیرالمومنینؑ "کُلِ ایمان" ہیں اور حضرت عائشہ مومنوں کی ماں ہیں۔ اسی لیے حضور نے حضرت علیؑ کو اختیارِ طلاق بخشا تھا۔ معاف کیجیے حضرت علیؑ نے ماں سے جنگ نہیں کی بلکہ حکمِ قرآن و حدیث کے خلاف بی بی عائشہ نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کی اور میدانِ جنگ میں کود آئیں۔ لہٰذا جو ماں قاتلہ بن کر اولاد پر حملہ کردے۔ اس سے اپنی جان کا تحفظ کرنا یعنی دفاعی جنگ گناہ نہیں ہے جبکہ غالباً آپ بھول گئے کہ جہاد میں اگر باپ بھی سامنے آئے گا تو اس سے قتال کرنا پڑے گا۔ جس طرح کہ آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ دین کے معاملے میں تمام رشتے نظرانداز کردیئے جاتے ہیں۔ چونکہ بی بی عائشہ دینی حکم کے خلاف گھر سے نکل کر میدان میں اُتر آئی تھیں لہٰذا خلیفۂ راشد و برحق ہونے کی حیثیت سے بغاوت کو کچلنا حضرت علیؑ کا فرضِ منصبی

تھا۔ اور قانون کی گرفت بلاتمیز رشتہ داری سب پر یکساں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہلِ سنّت نے بھی حضرت علیؑ ہی کو حق پر قرار دیا ہے۔

دوم یہ کہ جس طرح بی بی عائشہ اُمّ المومنین ہیں۔ اسی طرح حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "علیؑ تمام اُمّت کے باپ ہیں"

ملاحظہ فرمایئے مستدرک حاکم اور فردوس الاخبار دیلمی۔ پس ماں اور باپ کے معاملے میں ماں پر فرض ہے کہ باپ کی اطاعت کرے اور نافرمانی کی صورت میں باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ ماں کی سرزنش کر سکے۔ فافہم بی بی عائشہ کو رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی علیؑ سے لڑنے جائے گی۔ وہ حق پر نہیں ہوگی۔ اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے اے عائشہ!

"دیکھنا تم نہ ہونا"، مگر افسوس کہ حضرت عائشہ نے رسولؐ کی نافرمانی کی اور نبیؐ کے نافرمان سے جنگ کرنا غلط نہیں خواہ وہ ماں ہو یا باپ۔

سوم۔ یہ کہ عقوق کی صورت میں بمطابقِ ارشادِ خدا۔ تمام رشتہ دارانہ مراعات کالعدم قرار پاجاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ آیت کا اطلاق اُمّ المومنین اور ابوالاُمّت کے بارے میں نہیں ہوسکتا۔

اعتراض ۲۵:- اگر حضرت صدّیق اکبر نے اپنے عہدِ خلافت میں فدک تقسیم نہ کر کے غلطی کا ارتکاب کیا تو حضرت علی نے اپنے دَور خلافت میں فدک کو تقسیم کیوں نہ کیا؟

جواب نمبر ۲۵:- اس لیے کہ خلیفہ ثالث نے راندۂ درگاہِ رسولؐ مروان بن حکم لعنہ کو فدک دے دیا تھا۔ ملکی انتشار نے حضرت کو ایسا کرنے

دیا کیونکہ جب آپ حاکم المسلمین ہوئے تو فضا انتہائی مکدر تھی۔ بی بی عائشہ اور معاویہ کی شورشوں نے فرصت بھی نہ دی۔ ان حالات میں فدک کے مسئلہ کا موجبِ فساد مزید ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ داخلی طور پر استحکام نہ ہوا تھا۔ ملاحظہ کیجیے، فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۴۱

اگر فدک اولاد فاطمہ کا حق نہ ہوتا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کبھی واپس کرنے پر رضامند نہ ہوتے اور نہ ہی ہارون الرشید ایسا کرتا۔ تاریخ کا مطالعہ کر لیجیے۔

اعتراض ۲۶: سنا ہے کہ فدک کے لیے سیدۃ النساء صدیقؓ اکبر کے پاس گئی تھیں اور ابوبکر آپ کے نزدیک غاصب اور ظالم ہیں۔ فرمایئے ظالم کے پاس باُمّیدِ انصاف شریعت میں مقدمہ لے جانا جائز ہے یا نہ؟

جواب ۲۶: سنا ہے کہہ کر اخفا سے کام نہ لیجیے صاف کہئے کہ اپنی بخاری اور مسلم جیسی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ سیدۃ النساء نے فدک کا دعویٰ کیا۔ ناجائز قابض نے صدیقۂ عالمین کو جھٹلا دیا۔ لہٰذا سیدہ طاہرہ ظالم کے ظلم کو ثابت کرنے اور حجت تمام کرنے کی خاطر جواب طلب کرنے گئیں تھیں۔ کہ تم نے کس حق سے قبضہ کیا ہے۔ سیدہ نے قرآن مجید کی آیات پڑھ کر اپنا حق ثابت کیا اور ناجائز قابض کی بے انصافی پر اپنی غضبناکی کی مہر لگا دی۔

اور اس خلافت کو باطل ثابت کر دیا۔ کیونکہ ظالم مسند قضاء حکومت کے اہل نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دنیا نام نہاد طرز جمہوری سے کسی ظالم و بے انصاف کو زبردستی اس کرسی پر بٹھا دے یا وہ خود بزور طاقت و سازش کرسی پر

قبضہ جما بیٹھے تو پھر عوام انصاف کا کونسا دروازہ کھٹکھٹائیں گے؟

پس ظالم کے ظلم کو بے نقاب کرنے کے لیے بی بی پاک کا اپنا حق طلب کرنے جانا۔ بالکل جائز بلکہ جہاد ہے واضح ہو کہ حضرت سیدہ بامید انصاف نہیں بلکہ حق طلبی کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔

کیونکہ قابض بذات خود فریق تھا جس نے بلا جواز قبضہ کر لیا تھا اور فریق خود منصف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ زہراؑ یہ وضاحت طلب کرنے تشریف لائیں تھیں کہ ان کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کیوں کیا گیا؟

اعتراض ۲۷: مطالبۂ فدک کے لیے حضرت سیدۃ النساء باجازت حیدر کرار تشریف لے گئی تھیں یا بغیر اجازت اگر اجازت سے گئی تھیں تو کتاب معہ صفحہ سطر مطبع ذکر کیا جائے؟

جواب ۲۷: جناب امیر علیہ السلام کا بطورِ گواہ ساتھ جانا اس امر کی قوی دلیل ہے کہ سیدہ باجازت تشریف لے گئیں۔ مگر حکومت نے صادق رسولؐ کے صادق وصیؑ کی گواہی تسلیم نہ کی۔

ملاحظہ کیجیے۔ وفاء الوفاء۔ سید نور الدین سمہودی شافعی الجزء الثانی باب ۶ ص ۱۵۷ ص ۱۶۱ سطر ۱۷ تا ۲۰ اور ص ۱۶۰ سطر ۱۴-۱۵ مطبوعہ مصر شرح مواقف مطبوعہ نولکشور ص ۷۳۵ اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی باب اوّل فصل الخامس ص ۲۱-۲۲ مطبوعہ مصر وغیرہ وغیرہ

اعتراض ۲۸: اگر بغیر اجازت گئی تھیں تو کیا۔ یہ حضرت سیدہ کی عزت پر حملہ نہیں؟

جواب ۲۸:- حضرت امیرؑ نے خود اجازت دی۔ آپ خود اور حسنینؑ کریمین بھی گواہی کے لیے ساتھ گئے۔ مگر جن ہستیوں کی صداقت پر غیر مسلم عیسائیوں نے اعتبار کر کے مباہلہ سے انکار کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے خلیفہ نے انھیں جھوٹا کہہ کر واپس کر دیا۔

اعتراض نمبر ۲۹:- آپ کی کتابوں میں متعہ کے بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں فرمایئے عترتِ رسولؐ مقبول میں کون کون سے حضرات اس فضیلت سے مشرف ہوئے اور کتنا کتنا متعے کئے واضح فرمایئے۔

جواب نمبر ۲۹:- قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں حکمِ متعہ موجود ہے چونکہ یہ اللہؐ کا حکم ہے جو کبھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا لہٰذا ہماری کتب میں اِس حکم کے فضائل ہیں۔ جبکہ آپ اس حکم کو مانتے ہی نہیں یعنی قرآن کی آیت کا انکار صریح کرتے ہیں۔ لیکن متعہ فرض نہیں ہے عترتِ رسولؐ کو اگر متعہ کی ضرورت پیش ہی نہ آئی اور اگر انھوں نے ایسا نہ بھی کیا ہو تو متعہ کو خلافِ حکمِ خدا حرام بھی تو قرار نہیں دیا۔ حضرت عمر نے متعہ کو حرام قرار دیا یعنی امرِ شریعت میں بِلا استحقاق مداخلت کی۔ الفاروق مؤلفہ شبلی نعمانی ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت عمر کے متعہ کو حرام قرار دینے سے قبل یعنی زمانۂ رسولؐ اور دورِ ابوبکر اور کچھ عرصہ عہدِ عمر میں متعہ حلال تھا۔

خدا اور رسولؐ کے حلال کو حضرت عمر نے کیوں حرام قرار دیا؟ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ فرمایئے۔

کتاب شواہد الصادقین حکیم سیّد احمد موسوی ص ۹۲ اور انوار النعمانیہ نور طہارت وصلوٰۃ ص ۲۳۔ جب آپ منقولہ بالا حوالہ جات کا مطالعہ فرمائیں گے۔ تو

عترتِ رسولؐ کے سرداروں کی گواہی بمع تصدیق حضرت عمر مل جائے گی۔ تسلّی رکھئے۔

متعہ تو حضرت ابوبکر کی بیٹی یعنی اسمأ بنتِ ابوبکر نے بھی کیا۔ ملاحظہ ہو سنّیوں کی کتاب تفسیر مظہری ص ۵۷۶ (بحوالہ سنن امام نسائیؒ)

اور یہ کہ حکمِ طلاق جائز ہے۔ مگر حضورؐ نے کسی زوجہ کو بظاہر طلاق نہ دی اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے کہ چونکہ حضورؐ نے طلاق نہیں دی لہٰذا حکم ہی منسوخ ہو گیا ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ عترت میں کسی نے متعہ نہ کیا تو بھی حکمِ متعہ قرآن میں موجود ہے اور بوقتِ حاجت اس پر عمل کرنا درست اور عینِ ثواب ہے۔ جبکہ ہم نے عترت کا ثبوت مندرجہ بالا حوالوں کی نشان دہی میں دے دیا ہے ضرور ملاحظہ فرما لیجیے۔ ہم نے نقل اس لیے نہیں کیا کہ شاید آپ کی دل آزاری ہو جائے۔

اعتراض نمبر ۳۰:- قرآن مجید میں ہے "یوم ندعوا کل اناس بامامھم" آپ لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے بارہ امام مراد ہیں۔ فرمایئے ہر امام اپنا اپنا گروہ لے جائے گا۔ یا باقی امام اپنے اپنے گروہ کے ساتھ ایک امام کے پیچھے جائیں گے واضح فرمایئے لیکن حوالۂ کتاب ساتھ دیجئے؟

جواب نمبر ۳۰:- سب سے پہلے معترض کی مذہبِ شیعہ سے عدم واقفیت کا یہ ثبوت ہے کہ ہم اس آیت سے بارہ امام بالکل مراد نہیں لیتے ہیں بلکہ اس آیت کو ہم عقیدۂ امامت کے لیے استدلال لاتے ہیں کہ "امام" ماننا ضروری ہے اس آیت میں جھوٹے سچّے گمراہ و معصوم سب آئمہ شامل ہیں کہ ماموم اپنے اپنے غلط یا صحیح امام کے پیچھے جائیں گے۔ لہٰذا جب بات ہی حسبِ مراد نہیں ہے تو حوالہ دینے کی کیا ضرورت۔ سوچ سمجھ کر اعتراض کیا کریں۔

اعتراض نمبر ۳۱:- اگر سب امام اپنا اپنا گروہ ساتھ لے جائیں گے تو فرمایئے ان سب کا عقیدہ ایک ہوگا یا مختلف اگر ایک ہوگا تو مختلف امام کیوں اور اگر عقیدے مختلف ہوں گے تو مذہب ایک نہ رہا۔ توضیح فرمائیے؟

جواب نمبر ۳۱:- دراصل یہ اعتراض گذشتہ جواب ہی سے رد ہو جاتا ہے۔ تاہم مزید وضاحت یہ ہے کہ جو جو جس جس امام کا معتقد ہوگا۔ اُس کے ساتھ جائے گا۔ خواہ وہ امام کاذب ہو یا صادق۔ پس اُن کا عقیدہ ایک نہ ہوگا بلکہ مختلف ہوں گے لہٰذا مذہب بھی جدا جدا ہوں گے۔ بارہ آئمہ اطہار کا گروہ ایک ہی ہوگا جو حضورؐ امام الائمہ کا گروہ ہوگا۔

اعتراض نمبر ۳۲:- نیز جب امام سے مراد بارہ امام میں سے کوئی ایک ہے۔ تو قیامت کے دن کیا حضور علیہ السّلام اکیلے رہ جائیں گے جبکہ امام سے مراد نبی ہیں اور وہی مفروضہ امام ہیں۔ اور کیا اس میں حضور علیہ السّلام کی توہین نہیں ہے کہ سب اُمّت کو قیامت کے دن امام لے جائیں گے اور رئیس الانبیاء کو کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔

جواب نمبر ۳۲:- امام سے مراد بارہ امام نہیں ہے۔ البتّہ اُمّتِ مسلمہ میں سچے امام بارہ ہیں، جو حضورؐ کے نائب ہیں۔ لہٰذا اُن کے گروہ حضور نبیؐ کے زیر سایہ ہوں گے۔ جیسا کہ فوج مختلف جرنیلوں کے ماتحت ہوتی ہوئی کمانڈر اِن چیف کے ماتحت ہوا کرتی ہے حضورؐ تو تخت پر جلوہ افروز ہوں گے اور ان کے مقرر کردہ امام اپنے منظم گروہ کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلامی پیش کریں گے۔

لہٰذا آپؐ کی شان و شوکت وجاہ و حشمت میں اضافہ ہوگا نہ کہ توہین ہوگی

حضورؐ تمام ائمہ و انبیاءؑ کے سردار ہیں پس مومنین کے سارے لشکر آپ ہی کے زیرِ کمان آپ کے مقرّر کردہ افسران کے ماتحت پیشِ حضورؐ ہو کر آپ کے تعلیم کردہ عمدہ نظم و نسق کا ثبوت پیش کریں گے۔

جس سے آپ کی حاکمیت و بادشاہت حاضرین پر واضح ہوگی اور آپ یقیناً خوش ہوں گے کہ میری اُمّت میرے حکم کی تابعدار و اطاعت گزار ہے۔

اعتراض نمبر ۳۳:- احتجاج طبرسی ص۵۹ ثمرۃ العقول ص۳۸۸ غزوات حیدری ص۶۲۷ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص۴۱۵ میں ہے کہ صدّیق اکبر کے پیچھے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ فرمایئے آپ کے مذہب میں اہلِ تشیّع اہلِ سنّت کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہ۔

جواب نمبر ۳۳:- ہماری کتابوں میں یوں ہے کہ جب خالد بن ولید کو حضرت امیرؑ کے قتل پر مامور کیا گیا تو آپ کو اِس مذموم سازش کا عِلم ہوا لہٰذا مدّبرین کو شرمندہ کرنے کی خاطر نماز ادا کی۔ اور دشمن آپ کی اس بے باک جراءت سے ہمّت ہار کر بغلیں جھانکنے لگے۔

قریشی صاحب!

اگر آپ پورا واقعہ لکھ دیتے تو ناظرین کو حقیقت سے آشنائی ہو جاتی۔ خیر وہ خود ہی مطالعہ فرمالیں گے (آپ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آخری ایّام میں حضورؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور آپ خود بھی تشریف لائے اور ابوبکر کے ساتھ نماز ادا کی جیسا کہ ابوبکر مقام امامت پر بدستور ٹھہرے رہے اور ہٹائے نہ گئے۔ کیا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ چونکہ امامت ابوبکر نے کی اس لیے حضورؐ سے افضل ہیں؟

وجۂ تحریر

مبلّغِ اعظم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (فاضل دیوبند) سے بار بار شکست کھانے اور میدان سے فرار اختیار کرنے کے بعد اب مولوی دوست محمد قریشی صاحب نے میدان کی بجائے بازار کا رُخ کیا ہے۔ یہاں اپنی دُکانداری چمکانے کی خاطر وہی پُرانے گھسے پٹے اعتراضات دوبارہ شائع کرنے شروع کردیئے ہیں گو کہ علمائے کرام کے نزدیک اِن اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ان کے دندان شکن جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ تاہم عوامی سطح پر قریشی صاحب کے شائع کردہ اعتراضات کا مسکت جواب دینا ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ عام لوگ ان کے اس جال میں نہ پھنس سکیں کہ "چند اعتراضات نقل کرکے مخالف کے سامنے پیش کئے تو معاند کو بجز خاموشی یا فرار کے کوئی چارہ نہ رہے گا"

تجارتی فوائد حاصل کرنے کے لئے قریشی صاحب نے جو کاروبار تجویز کیا ہے اس میں کم از کم انھیں سوداگری کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا کہ ملاوٹ شدہ اور جعلی مال فروخت کرنا مذموم ہے اور ایسے بدنام تاجروں کے لیے ہر قانونِ تعزیرات میں سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

لیکن ایک ایسے شخص کے لیے یہ چیز قطعاً ناقابلِ نظرانداز ہے کہ جو بظاہر مذہبیات و اخلاقیات کا پرچار کرے اور خود اس پر کاربند نہ ہو۔

اس لیے ضروری ہوا کہ قریشی صاحب کے ڈھول کا پول کھول کر فیصلہ عوام الناس کے انصاف پر چھوڑ دیا جائے۔

چنانچہ ان کے ہر اعتراض کا جواب مختصر مگر مکمّل تحریر کردیا گیا ہے اور ہر محولہ عبارت کی ذمّہ داری قبول کی جاتی ہے۔

اگر قریشی صاحب ایک بھی حوالہ غلط ثابت کردیں گے تو ہم علانیہ ان کے مذہب کو قبول کرلیں گے۔

اسی طرح قریشی صاحب کے سَو اعتراضات کے مقابلے میں ہم نے صرف ایک اعتراض پیش کیا ہے جس کا عنوان ہے۔

"سَو سنار کی ایک لوہار کی"

اگر قریشی صاحب ہمارے اس ایک اعتراض کا جواب دے دیں تو ایک ہزار روپیہ نقد انعام بصد شکریہ بدست بستہ ان کی خدمت میں پیش کریں گے اور ان کے مذہب کو بھی قبول کرلیں گے۔

یہ چیلنج ہم نے آج سے تقریباً دس برس قبل پیش کیا تھا جبکہ ہم نے رسالہ "اصولِ دین" مرتب کرکے اس سوال کا جواب دیا تھا کہ ہم نے مذہبِ سُنّیہ چھوڑ کر مذہبِ شیعہ کیوں قبول کیا؟

لیکن اس دس سال کے عرصے میں کوئی بھی صاحب اس طرف متوجہ

حالانکہ جمہور اہل سنت حضرت ابوبکر کو حضرت عمر سے افضل مانتے ہیں۔

لیکن روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمر کو نماز پڑھانے کے لیے کہا تھا پس صرف نماز کی پیش نمازی کر دینا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ شخص افضل ہو گیا محولہ کتابوں میں نیتِ اقتدا کا ذکر نہیں۔

باقی شیعوں کے نزدیک بغیر نیت اقتدا اپنی نیت فرادیٰ سے کسی اہل سنت کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینا منع نہیں ہے۔

کسی شیعہ کتاب سے حضرت علیؑ کا نیتِ اقتدا کرنا پیش کیجیے انما الاعمال بالنیات۔

اعتراض ۳۴:- جب صدیقِ اکبر کا مذہب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا تھا تو حضرت علیؑ نے ان کے پیچھے نماز پڑھ کر ان کی عملی تائید کیوں کی۔ کیا حضرت علیؑ کے مذہب میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جائز تھا؟

جواب ۳۴:- یہ تو آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت ابوبکر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے ورنہ کسی بھی ایک صحیح و مرفوع حدیث سے اپنی ہی کتب سے ایسا ثابت کر دیجیے۔ اس مسئلے کی وضاحت ہم نے اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں پوری طرح کر دی ہے۔

مطالعہ فرما لیجیے۔ ابھی صرف علامہ اہلسنت مولانا وحید الزماں خاں صاحب کا ہدیۃ المہدی جلد ۱ ص ۱۲۶ پر مندرجہ ذیل منقولہ بیان پڑھ لیجیے۔

"جو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا شیعوں کا شعار ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اس رائے میں خطا کار صرف شیعوں کا ہی نہیں بلکہ تمام اہلِ اسلام کا یہی عمل رہا ہے خصوصاً زمانہ نبیؐ میں کُل اصحاب اسی پر عامل تھے اور ہاتھ

باندھنے کا کہیں بھی نام نہ تھا۔"

پس چونکہ دونوں حضرات ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے اس لیے جائز و ناجائز کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اور جب نیت اقتدا ہی ثابت نہیں تو اعتراض کیسا؟

اعتراض ۳۵:- جب علیِ مرتضیٰ کی خلافت کے متعلق آپ کے نزدیک خداوندی عہد اور نبوی اعلان تھا تو فرمائیے وہ خلیفہ بلا فصل کیوں نہ بن سکے۔ کیا خدا اپنے وعدہ میں ناکامیاب رہا؟

جواب ۳۵:- حضرت علیؑ خلافتِ حقیقی پر فائز تھے علم رسولؐ اور کتابِ خدا کے وارث تھے اور اس ولایت پر وہ بعد از رسولؐ منجانب خدا بلا فصل خلیفہ ہیں۔ چونکہ ہمارے ہاں خلیفہ برحق کے لیے حکومتِ ظاہری شرط نہیں بلکہ حکومت خلیفہ کا حق ہے۔

اس لیے خدا اور رسولؐ دونوں کامیاب رہے۔ اسی لیے تو آپ غیر شیعہ ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؑ کو تمام ولیوں کا سردار، سرچشمۂ ولایت مانتے ہیں اور شیعوں کا ابتدا سے انتہا تک "علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل" کا اقرار خدا اور رسولؐ کی کامیابی کی دلیل ہے۔ حکومت وہ ہوتی ہے جو دل پر ہو علیؑ کی حکومت شیعہ و سنی دونوں دلوں پر غالب ہے پس خدا کا عہد پورا ہوا وہ کامیاب رہا۔

اعتراض ۳۶:- جب خلافت پر صدیقِ اکبر متمکن ہوئے فرمائیے وہ خلافت اور حضرت علی کی خلافت جس کے متعلق خدا نے وعدہ کیا تھا ایک ہی یا دوسری تھی اور وہ دوسری اگر ایک تھی تو خداوندی پیشگوئی کیوں غلط نکلی

اور اگر مختلف تھیں تو صدّیق غاصب اور ظالم کیسے ٹھہرے ؟

جواب ۳۶:- خلافتِ حقّہ عہدۂ خداوندی ہے جس پر آپ کے صدّیق کبھی فائز نہ ہوئے۔ نہ ہی انھوں نے ایسا دعوی کیا۔ بلکہ خود اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں (مجمع البحار محمّد طاہر گجراتی) البتہ ان کو کارروائی سقیفہ کے تحت حکمران بنا دیا گیا۔ ان کی پارٹی نے ان کو خلیفہ کہنا شروع کر دیا۔ اس طریقۂ تقرّر کے بارے میں خلیفہ گر حضرت عمر نے کہا کہ یہ ایک ناگہانی امر تھا اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا۔

نیز حضرت عمر نے حکم دیا کہ اگر کوئی آئندہ اس طرح حاکم بنائے تو اُسے قتل کر دیا جائے (صواعق محرقہ ص۳۶) حضرت علیؑ کی ولایت و امامت و خلافت بلا فصل جس کا اللہ تعالیٰ نے عہد کیا تھا وہ اپنی جگہ قائم رہی حکومت پر قابض ہونے والے لوگ ہمیشہ علم و فضل میں حضرت علیؑ کے محتاج رہے اور ہدایات کے لیے گذارشات پیش کرتے رہے۔ اسی لیے تمام اولیاء کا سلسلہ آپ کے ہاں بھی حضرت علیؑ تک جاتا ہے۔ کہ آپ ہی منبعِ ولایت ہیں۔

یہ شان شیخین کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور وعدۂ خداوندی اس شان سے پورا ہوا کہ تخت و تاج و سلطنت کے بغیر بھی علیؑ کا سکہ عرش و فرش پر چلا اور چل رہا ہے اور حریف بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہوتے رہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ نعرہ "یا علیؑ مدد" اس وقت سے آج تک گونج رہا ہے

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اس نے علیؑ کو حاکم اولی بالتصرف بنایا۔ علیؑ کی حکمرانی دائمی ہے اور ہر دور میں نعرۂ حیدری اسکی شہادت دے رہا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر کی حکومت عارضی تھی کبھی کسی نے نعرۂ ابوبکری نہیں لگایا۔ کوئی نعرۂ عمری بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی نعرۂ عثمانی۔

یاد رکھئے موسیٰؑ اللہ کے نبی تھے۔ خلافت الٰہیہ کے حامل تھے اور حکومت ان کا حق تھا۔ لیکن فرعون تختِ سلطنت پر قابض رہا۔ پس سنّتِ الٰہیہ معلوم ہوئی کہ عادل کی موجودگی میں ظالم و گمراہ بھی حاکم بن جایا کرتے ہیں اور خلیفہ برحق کی خلافت و امامت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

اعتراض ۳۷:- امامت و خلافت آپ کے نزدیک منصوص من اللہ ہے وہ آیت تلاوت فرمائیے جس میں صراحتہً حضرت علیؑ کے خلیفہ بلافصل ہونے کا ذکر ہے؟

جواب ۳۷:- ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید سورۃ المائدہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون"

تفسیر درمنثور علامہ حافظ جلال الدّین سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۲۹۳ تا ص۲۹۴ اور کئی دیگر کتبِ اہلسنّت میں ملاحظہ فرمالیجیے کہ یہ آیت شانِ امیر المومنینؑ میں نازل ہوئی۔

انما کا حصر مطلق و حقیقی خلافت بلافصل ثابت کرتا ہے۔ ولی کے معنی حاکم بالتصرف ہیں اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "علیؑ ولی اللہ" میں ملاحظہ کر لیجئے۔ نیز مفصّل تشریح "ہزار تمہاری دس ہماری" میں دیکھئے۔
جنہوں نے ناصبیوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔

اعتراض ۳۸:- امامت و خلافت میں جب ائمّہ اور خلفاء کے مذہب کا تمکّن و غالب ہونا شرط ہے تو فرمائیے آپ کے بارہ اماموں کو ظاہری طور پر غلبہ نصیب کیوں نہ ہوا۔ کیا وہ خلفاء اور ائمّہ برحق نہیں تھے؟

جواب ۳۵ :-

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

قرآن مجید میں آیت ولایت سے اگلی آیت تلاوت فرمالیں۔ ہمارے ائمہ و خلفائے برحق کے ظاہری غلبے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بغیر دنیوی تخت و تاج کے ہمارے ائمہؑ کی حکمرانی کو تمام صحیح العقیدہ مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ حکومت و طاقت و تخت و تاج کے زور پر ظاہری غلبہ کی حکومتیں چند روزہ ثابت ہوئیں غیر مسلموں نے ان کو تلواری فتوحات اور سفا کانہ حکمرانی کی اسناد جبر و ظلم سے نوازا اور مسلمانوں میں کسی نے ان کے نام کی تین پیسے کی نیاز بھی تقسیم نہ کی۔ جبکہ ائمہؑ طاہرین کی حاکمیت آج بھی ظاہر و موجود ہے۔

کہ اگر رائے شماری الگ الگ کی جائے تو ہمارے ائمہؑ کے حق میں شیعوں کے علاوہ تمام اہلسنت کی بھی یہی رائے ہو گی وہ ائمہ و اولیاء اللہ ہیں جبکہ حضرات ثلاثہ کو ۱۰ فیصد تو ضرور ہی کم ووٹ ملیں گے۔

تو پھر بتایئے غلبہ آئمہ اطہار کو حاصل ہے یا ان کے غیر کو؟

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟

کروڑوں شیعانِ اہلبیت اور غیر شیعہ مسلمان حضرات ہمارے ائمہ کے نام پر ہر شے قربان کرنے کو تیار ہیں۔

ان کو حاکم اولیٰ دل سے مانتے ہیں۔ ہر میدان میں ان کا سکہ رائج ہے۔ علم کے شہر کے دروازے وہ ہیں کہ "سلونی سلونی کی" آواز آرہی ہے۔

شجاعت کے میدان میں "نعرہ حیدری"، "یا علیؑ" گونج رہا ہے کیا ایسا غلبہ کسی دوسرے کو نصیب ہو سکتا ہے؟ اس کی مکمل تشریح آپ کو میری کتاب "صرف ایک راستہ" میں ملے گی۔ مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارا کریجیے۔

اپنے بزرگوں کے ظاہری اقتدار پر مت اترائیے۔ حکومت ظاہری آنی جانی شے ہے۔ ہمارے ائمہ کی ولایت دائمی ہے اور ہر وقت ظاہری و باطنی غلبہ ان کو حاصل ہے انکی تخت و تاج سے علیحدگی باوجود انکے غالب ہونے کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ بلا جبر و استبداد اپنے اخلاقِ حسنہ و مواعظِ حسنہ سے اپنی حکومت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا ہے۔

اعتراض ۳۹ :- وہ حدیث پیش فرمائیں جہاں حضرت علیؑ مرتضیٰ نے اپنا مذہب شیعہ ظاہر کیا ہو؟

جواب ۳۹ :- آپکی ہی کتب سے کئی احادیث اس کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں جو ہم نے اپنے رسالے "تصدیق لفظ شیعہ" میں تالیف کر دی ہیں مطالعہ فرمالیجیے۔ البتہ ایک مشہور مقبول حدیث جسے حدیث "کساء" کہتے ہیں۔

آپ کو جواباً پیش کی جاتی ہے اور اس کا حوالہ دینے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ حدیث عام ہے اور اس کی نشاندہی کرنے کا مقصد یہ ہے شاید اس کی تلاوت فرما کر معترض کا تزکیۂ نفس ہو جائے۔ چنانچہ اس حدیث میں ارشاد امیرالمومنینؑ یوں ہے کہ

"فقال علی اذا والله فزنا وسعدنا وکذالک شیعتنا فازو وسعدو ورب الکعبة"

معنی اس کے یہ ہیں:-

"کہ فرمایا علی علیہ السلام نے خدا کی قسم! اس وقت فائز اور سعید ہوئے

ہم اور ہمارے شیعہ کعبہ کے رب کی قسم۔

اعتراض نمبر ۱۴:- وہ حدیث پیش فرمائیے جس میں حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ نے لفظ اہلِ سنّت کی تردید کی ہو؟

جواب نمبر ۱۴:- زمانۂ امیر المومنینؑ میں اہل سنّت نام کا کوئی گروہ وجود ہی نہ رکھتا تھا۔ قریشی صاحب! یہ تو بعد کی پیداوار ہے غالباً آپ نے شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" بھی نہیں پڑھی جو شیعوں کی تردید میں لکھی گئی ہے پہلے اس کا مطالعہ فرمالیجئے تاکہ آپ کو اہلسنّت کی تردید خود اپنے ہی ہاں مل جائے۔

البتہ ہم سے ایک حدیث ضرور سُن لیجئے کہ فرمایا نبی کریم صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم نے کہ "جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑ دیا" یہ حدیث ابنِ عمر بن خطاب سے مروی ہے اور آپ کے ہاں اسے دیلمی و خوارزمی نے نقل کیا ہے اس کے علاوہ امام احمد حنبل نے اپنی مُسند میں اس روایت کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

پس جب رسولؐ ہی کا دامن ہاتھ میں نہ رہا تو پھر سنّت کیسی اور اہلِ سنّت ہونے کا دعویٰ کیسا؟

اعتراض ۱۵:- جب نسب اور رشتۂ خون کی حیثیت سے حضرت سیّدۃ النساءؑ کا حضور علیہ السّلام سے زیادہ قریب ہے تو حضرت سیّدہ کا حضرت علی سے افضل ہونا کیوں نہ مان لیا جائے جبکہ سیّدۃ النساءؑ اس بی بی کے بطن سے ہیں جو زوجۂ رسول مقبولؐ ہیں اور حضرت علیؑ اس بی بی کے وجود سے ہیں۔ جو زوجۂ ابوطالب ہے نیز سیدۃ النساء وامام الانبیاء کی

صاحبزادی ہیں اور حضرت علی ابوطالب کے صاحبزادے ہیں جن کے ایمان اور عدم ایمان میں اُمّتِ مسلمہ کا اختلاف ہے؟

جواب ۱۵:- قرآن مجید میں حکمِ خدا ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ۔

یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔

جب خود آنحضرتؐ نے بی بی پاکؑ کو حضرت علیؑ کی زوجیت میں دے کر حضرت علیؑ کو ان کا حاکم قرار دیا، تو کسی اُمتی کو اس میں قیاس آرائی کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ نبیؐ جو فیصلہ کردے ازروئے قرآن مجید اس کو دل سے تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ ایمان سے محرومی ثابت ہوگی۔ (سورۂ احزاب)

حفاظتِ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ حکمِ رسولؐ بدل و ذہن قبول کیا جائے۔

لہٰذا ایسی جراءتِ ناقدانہ ایمان کے خلاف ہے۔

اپنی زوجہ سے اپنی ماں کا مرتبہ ہمیشہ بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا کتب کثیرہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد والدۂ امیر المومنینؑ کو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی ماں سمجھا کرتے تھے۔

ملاحظہ کیجئے۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی۔

اسی طرح حضرت ابوطالب کو حضورؐ نے اپنا سرپرست و والد سمجھا اور مسلمانوں کی کثیر تعداد حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کی قائل ہے ملاحظہ کیجئے مفتی احمد یار خاں بدایونی۔ مفتیٔ اہلسنّت جامعہ غوثیہ گجرات تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۰۶ سطر ۷ میں تسلیم کرتے ہیں کہ

"حضرت ابوطالب کے متعلق کفر پر مرنے کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے

لہٰذا حضرت ابوطالب کے متعلق معاذ اللہ کلمہ نہ پڑھنے کی یا معاذ اللہ عذاب کی تمام روایات غیر یقینی ہیں جو دشمنانِ علیؑ کی وضع کردہ ہیں۔

حضرت ابوطالب یقیناً مومنِ کامل و مبلغِ اسلام تھے۔ پس جب حضور خود کسی کو افضل قرار دے دیں تو اس کو مفضول سمجھنے کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہ جاتا لہٰذا بی بی پاکؑ کو حضرت علیؑ سے افضل ماننا حضور کی حکم عدولی ہوگی اس لیے معترض کا مفروضہ غلط ہے۔

اعتراض ۴۲:- حضور علیہ السّلام نے جب سیّدہ کے سامنے حضرت علی کے نکاح کا ذکر کیا تو حضرت سیّدہ نے حضرت علی کی شکل پر اعتراضات کیے یا نہ؟

جواب ۴۲:- خیالی پلاؤ نہ پکائیے۔ باثبوت بات کیجئے۔ کوئی روایت پیش کیجیے۔

اعتراض ۴۳:- اگر کیے تو سیّدہ کی عفت و عظمت کہاں گئی اور اگر نہیں کیے تو حسبِ ذیل کتابوں میں یہ تصریح کیوں ہے۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص۵۲۹ سیّدہ کو بطورِ راز آں حضرت نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔ یہ سن کر جناب معصومہ نے گردن جھکا دی اور عرض کی بابا آپ کی رائے مقدّم ہے آپ کو اختیار ہے مگر میں نے زنانِ قریش کی زبانی سنا ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب کا پیٹ بڑا ہے۔ ہاتھ لمبے لمبے ہیں پنڈلیاں موٹی ہیں سر کے اگلے حصّے پر بال نہیں ہیں۔ کشادہ پیشانی ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں۔ آپ کا کندھا اتنا سخت ہے جیسا اونٹ کا کندھا؟ ۱۲

حضرت سیّدہ نے معاذ اللہ ایسا کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

جواب ۴۳:- بلکہ ضمیمہ ترجمۂ مقبول ص۵۳۱ پر مرقوم ہے کہ حضرت سیدہؑ نے فرمایا۔ بابا! میں تو ان (علیؑ) کے سوا اور کو ہرگز اختیار نہ کروں گی ضمیمہ ترجمۂ مقبول ص۵۲۹ پر نہیں البتّہ ص۵۳۰ پر یہ باتیں خود حضورؐ کی زبان سے کی گئی ہیں۔ اور آپؐ سرکار نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل کیا ہیں۔ ان کا پیٹ بڑا ہے۔ اس لیے کہ خدا نے اس کو علم سے مملو کر دیا ہے ان کو آدمؑ کی صورت و صفت کا پیدا کیا ہے اور دونوں ہاتھوں کو دراز بنایا ہے کہ وہ دشمنانِ خدا و رسولؐ کو قتل کریں وغیرہ

یہ ساری گفتگو حضورؐ کی زبانِ مبارک سے ہے ہمیں افسوس ہے کہ ضمیمہ مذکورہ ضبط قرار دیا جا چکا ہے ورنہ ہم اس کا عکس بطورِ ثبوت پیش کر دیتے۔ تاہم یہ دعویٰ ہے کہ اس میں سر کے اگلے حصّے کے بالوں اور اونٹ کے کندھے کا قطعاً تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ باتیں وہاں بی بی پاکؑ کی زبانی اعتراضاً بیان ہوئی ہیں۔

قریشی صاحب نے حسبِ ذیل کتابوں کا کوئی نام پتہ نہیں لکھا ہے۔ اور ضمیمہ کا جو حوالہ لکھا ہے۔ وہ بھی محرفانہ ہے۔ لیکن ہم اس روایت کی موجودگی کا انکار بھی نہیں کرتے۔ البتّہ جس انداز سے قریشی صاحب نے تحریر فرمایا ہے اس طریقے سے کسی بھی جگہ یہ روایت موجود نہیں ہے۔ ہاں مگر یہ روایت کتاب "قران سعدین" ص۳۱ پر اس طرح مرقوم ہے کہ چند قریش کی عورتوں نے حضرت امیرؑ کی شکل پر ایسے اعتراضات کر کے بی بی پاکؑ کو کوفت پہنچائی۔

لہٰذا آپ نے یہ اعتراضات بحضورِ والدِ گرامی قدر دہرائے اور

حضورؐ نے حضرت امیر علیہ السّلام کے فضائل بیان فرمائے لیکن یہ چیز قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ خود حضرت سیّدہؑ نے ایسی رائے قائم فرمائی یا زنانِ قریش سے اتفاق فرمایا۔

بلکہ زنانِ قریش کی مخالفانہ کوشش کا احوال سنایا۔ لیکن اس بات کو قریشی صاحب نے غلط رنگ دیا۔

اگر قریشی صاحب حضورؐ کے ارشاد کردہ فضائل بھی لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ بہرحال ناظرین کو حوالہ بتا دیا ہے۔ خود مطالعہ فرمائیں گے۔

اعتراض ۴۴:- حضرت علیؑ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السّلام پر بجز حضور علیہ السّلام کے اگر افضل ہے تو وہ آیت پڑھئے جس میں یہ ذکر ہو۔

جواب ۴۴:- آیتِ ولایت جو جواب ۳۷ میں نقل کی گئی ہے دوبارہ تلاوت فرما لیجئے جس کے مطابق اللہ ولی ہے، رسولؐ ولی ہے اور علیؑ ولی ہے (سورۂ مائدہ) چونکہ تمام انبیاء و مرسلین آنحضرتؐ کی اُمّت میں ہیں۔ اور حضرت علیؑ رسول العالمین کے نائب ہیں۔ پس وہ افضل ہیں اُسی لیے تو حضورؐ نے فرمایا "جس جس کا میں مولا اُس اُس کا علیؑ مولا"۔

اعتراض ۴۵:- حضرت علیؑ کے متعلق سنا ہے کہ آپ کے نزدیک معراج پر گئے تھے کیا یہ صحیح ہے اور اس کا ثبوت کس آیت میں ہے؟

جواب ۴۵:- وہ ساری آیات جو حضورؐ کے معراج کے متعلق ہیں اِس بات کا ثبوت ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کے فرامین "لحمک لحمی۔ دمک دمی۔ روحک روحی، نفسک نفسی، انت منی

وانا منک"، "علی منی بمنزلۃ الراس من جسدی" وغیرہ پر غور کیجئے اور فرمائیے کہ آیا حضورؐ بغیر گوشت، خون، روح، نفس اور راس کے معاذ اللہ معراج پر تشریف لے گئے۔

اگر ان عوارض سمیت معراج ہوئی تو بقول رسول صادقؐ حضرت علیؑ بھی گئے تھے۔

مزید ثبوت کے لیے "مناقبِ مرتضوی" محمد صالح کشفی حسینی ملاحظہ فرما لیجئے۔

اعتراض ۴۶:- آپ کے نزدیک حضرت علی مشکل کشا ہیں فرمائیے اپنی مشکل کشائی کیوں نہ کر سکے۔ جبکہ ان سے خلافت و مصلّیٰ چھین لیا گیا؟

جواب ۴۶:- جب مشکل کشاؤں کا مشکل کشا اللہ ہے اس نے شیطان لعین کو کیوں ڈھیل دے رکھی ہے۔

علی مشکل کشاؑ نے جو اللہ ہی کا ولی ہے سنّتِ الہیہ پر عمل کیا۔ جانتے تھے اللہ میاں سب سے بڑا مشکل کشا ہے بلکہ مشکل کشا کو پیدا کرنے والا ہے اس لیے باوجود اپنی قدرتِ کاملہ کے فرعون لعین و نمرود لعین وغیرہ کو ڈھیل دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کئی ظالموں کو ڈھیل دیتا رہا دیکھتا رہا۔ اس کے اصل مقرر کردہ خلفا اور حاکموں پر ستم و ظلم ڈھائے جاتے رہے پس علیؑ چونکہ اللہ ہی کے ولی ہیں اس لیے انھوں نے سنّتِ الٰہی کا اتباع کر کے مظہرِ صفاتِ خدا ہونے کا ثبوت دیا۔ خلافتِ حقّہ اور امرِ کُن فیکون حاصل تھے لیکن ظالموں کو ڈھیل دی۔ کیونکہ رسولِ خداؐ نے بھی صبر کا حکم دیا تھا (مدارج النبوّۃ)

لہٰذا رسم زمانہ کی طرح لوگ عارضی طور پر حکومت کے چند روز مزا لوٹنے کے بعد گزر گئے۔ لیکن علیؑ کی حکومت و خلافت کا ڈنکا آج بھی بج رہا ہے اور ہر چوٹ سے یہ آواز آ رہی ہے "الامام علی ابن ابی طالب"، "علیؑ ولی اللہ" وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل"، کیا کسی اور دنیوی حاکم کو یہ اعزاز حاصل ہو سکا ہے کہ علانیہ اس کا کلمہ پڑھا جائے۔؟

اگر کوئی اقرار نہیں کرتا تو دل سے ضرور مانتا ہے کہ علیؑ اللہ کے ولی اور رسولؐ کے خلیفہ ہیں۔ کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں؟ بغیر کسی استبدادی طاقت کے اپنے کلمے پڑھوا لینا کیا کسی مشکل کشائی سے کم بات ہے۔ جبکہ یہ شرف سنہری فتوحات سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اب انصاف کریں کامیاب کون ٹھہرا؟

علیؑ نے صبر کر کے اسلام کی مشکلکشائی کی اور تباہی سے بچایا۔ لہٰذا سکوتِ مشکل کشاؑ دراصل اسلام کی مشکل کشائی ہے۔

اعتراض ۴۷:- اصول کافی ص۴۸۵ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے۔ امام جعفر نے سلمان بن خالد سے فرمایا "ان کم علیٰ دین من کتمہٗ اعزّہ اللہ و من اذاعہٗ اذلّہ اللہ۔

ترجمہ:- تم ایسے دین پر ہو جو شخص اس دین کو چھپائے گا اللہ اس کو عزّت دے گا جو اس دین کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلّت دے گا۔

فرمائیے پھر آپ اپنے مذہب کی تبلیغ کیوں کرتے پھرتے ہیں؟

جواب ۴۷:- عوام کو گمراہ کرنے کے لیے قریشی صاحب نے روایت غلط انداز میں پیش کی ہے اس لیے حوالہ مشکوک و نامکمّل لکھا ہے یہ روایت اصول کافی جلد ۲ کتاب الایمان والکفر باب ۹۸ عنوان "رازہ چھپانا"، روایت ۲ ص۲۴۱ پر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"تم اس دین پر ہو جس نے (راز) چھپایا خدا نے اسے عزّت دی اور جس نے ظاہر کیا اسے ذلیل کیا"

پس راز چھپانا کسی بھی ضابطہ میں معیوب نہیں ہے اور چونکہ اس روایت کا تعلّق تبلیغِ دین سے نہیں ہے لہٰذا اعتراض لایعنی ہے۔

اعتراض ۴۸:- فروع کافی جلد ۳ کتاب الرّوضہ ص۱۴۶ مطبوعہ نولکشور میں ہے "ینادی منادی آخر النّھار الا انّ عثمان و شیعتہ ھم الفائزون"، یعنی منادی آخر دن میں ندا دیتا ہے خبردار بے شک عثمان اور اس کی پارٹی کامیاب ہیں فرمائیے اس روایت کے مطابق آپ حضرت عثمان کو اس کی جماعت کو کامیاب مانتے ہیں؟

جواب ۴۸:- معترض کی نقل کردہ عبارت نامکمّل ہے۔ یہ الفاظ علاماتِ قیامت کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں اور پیشینگوئی کی گئی ہے کہ (قریب) ظہورِ امام مہدیؑ کے وقت آسمان میں اوّل النّہار منادی یہ ندا کرے گا کہ بیشک علی علیہ السّلام اور ان کے شیعہ کامران ہیں۔ لیکن دن کے آخری حصّے میں ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا کہ عثمان اور اس کے شیعہ کامیاب ہیں۔

اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی کامیابی کا اعلان آسمان میں دن کے ابتدائی وقت میں منجانبِ خدا ہو گا لیکن لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر حامیانِ عثمان دن کے آخری حصّے میں عثمان کے حق میں ایسی ہی ندا کروائیں گے یا لوگوں کو گمراہ کرنے

کے لیے شیطان یہ آواز دے گا واضح ہو کہ حضرت علیؑ کے بارے میں موجود ہے کہ منادی صبح آسمان میں ایسی ندا بلند کرے گا۔

لیکن عثمان کے بارے میں ایسی بات موجود نہیں ہے۔ ہاں اگر عثمان کے بارے میں خدا یا فرشتہ یا حجتِ خدا کا ذکر ہوتا تو بات دوسری تھی لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ یہ منادی منجانب خدا نہ ہو گی بلکہ صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر خود سے ایسی منادی کرادی جائے گی۔

یا یہ آواز شیطانی ہوگی جو کامیابی کی دلیل نہیں ہے۔

اعتراض ۴۹: اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۴۶ میں ہے مصحف فاطمۃ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلاث مراتٍ واللہ ما فیہ من قرآنکم خوف واحد۔

یعنی حضرت فاطمہ کا مصحف موجودہ قرآن سے تگنا تھا اور اس میں اللہ کی قسم قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں تھا۔

اور دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مصحف کیا تھا اور کس زبان میں تھا اور وہ کب اور کس پر اترا۔ کوئی دین کی بات بھی اس میں تھی یا نہ۔ اور اب وہ مصحف

نوٹ:۔ قیامت کی حتمی علامات میں جو امام مہدیؑ کے ظہور کے موقع پر ہوں گی ایک یہ ہے کہ ایک مردِ منحوس از اولادِ ابوسفیان بن حرب جس کا نام عثمان ہوگا خروج کرے گا اور بتایا گیا ہے کہ یہ آٹھ مہینے تک صاحبِ اقتدار رہے گا ممکن ہے کہ ایسی منادی اسی مردود عثمان کے بارے میں ہو۔ واللہ عالم ۔ المختصر اس بات سے حضرت عثمان بن عفان کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ (قیامت صغریٰ)

کس کتب خانے سے ملتا ہے۔ آپ چونکہ شیعہ ہیں اس لیے ہمیں شوق ہے کہ براہ کرم اس کی ایک آیت پڑھ کر سنا دیجیے؟

جواب ۴۹:۔ قریشی صاحب! آپ اپنے کو مسلمان کہلواتے ہیں اور پھر مولوی بھی ہیں بلکہ حضرت العلّامہ بنتے ہیں مگر میں ۳۵ سالہ طفلِ مکتب تو بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ فی الواقع آپ بہت ہی بڑے حضرت ہیں۔ آپ نے جو اصول کافی کی عبارت درج کی ہے وہ بجنسہٖ ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ تاہم تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے یہ عبارت جلد اوّل کتاب الحجّۃ باب ۳۹ ذکرِ صحیفہ جفر و جامعہ و مصحفِ فاطمہ علیہا السلام ص ۲۷۱ سے نقل نہیں کی۔ بلکہ کسی اور ہی کتاب کی نقل ماری ہے۔ اور حوالہ کی تصدیق کیے بغیر تقلیداً لکھدی ہے۔ یا پھر قصداً اس میں جھوٹ کی آمیزش کر کے عوام کو دھوکا دیا ہے۔ بہر حال یہ معاملہ ہم اللہ کے سپرد کر کے صحیح عبارت لکھتے ہیں۔

قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھٰذا ثلاث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرفٌ واحد"

یعنی یہ کہ مصحفِ فاطمہؑ وہ ہے جو تمہارے اس قرآن سے (بلحاظ تفصیل و توضیحِ احکام) تین گنا ہے۔ واللہ تمہارے قرآن میں ایک حرف ہے یعنی اجمال ہے)

قریشی صاحب کی سب سے پہلی خیانت یہ ہے کہ انھوں نے خط کشیدہ لفظ "حرف" کو اپنی عبارت میں "خوف" لکھا ہے اور پھر غلط ترجمہ کیا ہے دوسری بددیانتی یہ ہے کہ انھوں نے تاثر دیا ہے کہ "مصحف" اور "قرآن" ایک ہی چیز ہے۔ حالانکہ دونوں الگ الگ ہیں۔ قرآن مجید

ایک ہی اللہ کی کتاب ہے جبکہ مصحف کئی ہیں۔

مثلاً مصحفِ عائشہ۔ مصحفِ عبداللہ بن مسعود ۔ مصحفِ عثمان۔ مصحفِ فاطمہؑ وغیرہ

حدیث منقولہ میں بھی قرآن اور مصحف کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے

پھر قرآن ایک حرف میں ہے،، (جیساکہ مشہور ہے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ترجمہ کرنے کی بجائے معنوی تحریف کی ہے اور لکھا ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں تھا؟

ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ اصول کافی میں محولہ حدیث کا مطالعہ فرما کر خود ہی انصاف کرلیں اور اب قریشی صاحب اگر شرمندہ نہ ہوں گے تو کم سے کم کھسیانے ضرور ہو جائیں گے۔

دریافت طلب امر جو ہے وہ یہ ہے کہ وہ مصحف عربی زبان میں تھا۔ قرآن مجید کی مکمل تفسیر و توضیح اس میں موجود تھی۔ حضورؐ پر نازل ہوا تھا اور اسی ترتیب سے جمع کیا گیا تھا۔ جس طرح وحی کا نزول ہوا۔ دین کی تفصیلی و توضیحی ہدایات مشرح اس میں موجود ہیں اور وہ مصحف آپ کو امام مہدی علیہ السلام سے مل سکتا ہے۔ انتظار فرمایئے۔

اسی ہی مصحف کی آیات قرآن شریف میں ہیں۔ سارا قرآن تلاوت کیجئے ثبوت بھی مل جائے گا۔ اور ثواب بھی حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ قرآنِ ناطق سے بغض نہ ہو پائے۔

فروع کافی کتاب الذی والتجمل ج ۲ ص ۱۶ میں ہے کہ

اعتراض نمبر ۵:- غیر مسلم کے ننگ پر نظر کرنا ایسا ہے جیسا گدھے کو

دیکھنا۔ فرمایئے گدھے کو دیکھنا تو جائز ہے کیا غیر مسلم کے ننگ کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ کیا فتویٰ ہے؟

جواب نمبر ۵:- قریشی صاحب۔ آپ نے حسبِ عادت یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ اصل بات اس طرح ہے کہ غیر مسلم کے ننگ کو دیکھنا اسی طرح ہے جیساکہ گدھے کے ننگ کو دیکھنا۔

آپ نے یہاں بھی لفظی و معنوی تحریف کر کے لکھا کہ ،، جیسا گدھے کو دیکھنا،، حالانکہ وہاں ،، عورۃ الحمار،، ہے نیز روایت میں جائز و ناجائز کا تذکرہ موجود نہیں ہے اگر آپ گدھے کے ننگ کو دیکھنا اچھا سمجھتے ہیں تو ضرور دیکھئے۔

باقی اگر آپ عربی محاورات سے واقف ہوتے تو ہرگز ایسا اعتراض نہ کرتے۔ مگر آپ اردو تو جانتے ہی ہوں گے۔ عام کہا جاتا ہے کہ ،، فلاں آدمی تو گدھا ہے،، اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ آدمی انتہائی بے وقوف ہے۔ حالانکہ گدھے کی چار ٹانگیں اور ایک دُم ہوتی ہے۔ جبکہ آدمی کی صرف ۲ ٹانگیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح گدھے کی آواز کو قرآن مجید میں سب سے بُری آواز کہا گیا ہے۔ چنانچہ روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا بہت بھدی بات ہے۔ نیز یہ کہ روایت کی اسناد نامکمل ہیں لہٰذا معتبر نہیں ہے۔

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابنِ عمیر عن غیر واحد عن ابی عبد اللہ علیہ السلام۔ قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار

پس ایسی روایات سے استدلال لے کر بلا مقصد اعتراض کرنا محض

وقت کو ضائع کرنا ہے۔

اعتراض ۵۱:- کتاب میں تو اس کی تفصیل نہیں ہے۔ خدا کے لیے اس مسئلے کو ذرا وضاحت سے بیان کیجیے؟ پھر یہ حکم مردوں تک بند ہے یا عورتوں کا بھی یہی حکم ہے

جواب ۵۱:- احکام ہدایت و نصیحت عام ہوتے ہیں۔ مرد عورت کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ تو غیر مسلم کے ننگ کی عام بات ہے ہمارے ہاں تو نصیحتِ معصوم ہے کہ میاں بیوی بھی وقت پر ایک دوسرے کے خاص مقامات کو نہ دیکھیں۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ ایسی صورت میں اولاد اندھی پیدا ہو اور پھر یہ حکم مسلمانوں کے لیے بھی ہے کہ ایک دوسرے کے ننگ نہ دیکھیں اگر آپ کو اِس پر اعتراض ہے تو بڑے شوق سے نظارہ کیا کیجیے۔ کہ اب عمر کا تقاضا بھی یہی ہوگا۔

معاف فرمایئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اعتراض نہیں مِلا تھا آپ کو۔ اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سوجھی۔ فافہم۔ خدا کا واسطہ ڈال کر آپ نے وضاحت پر مجبور کر دیا ورنہ ایسے لچر اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری نہ تھا۔

واضح ہو کہ ہمارے ائمہ راسخون فی العلم ہیں لہٰذا اُن کا ہر حکم حکمت سے پُر ہے۔ اگر آپ اس نظارہ کے نقائص جاننا چاہیں تو کسی طب کی کتاب میں پڑھ لیجیے گو کہ میاں بیوی میں پردہ نہیں ہے اور نہ ہی شرعاً کوئی ایسی پابندی ہے تاہم پھر بھی طبّی نقطۂ نگاہ سے کیونکہ یہ فعل مضر ہے۔ لہٰذا آگاہ فرما دیا۔ جبر سے پابندی بھی نہیں لگائی۔ آپ کے لیے راہ کھلی ہے۔ اگر نگاہ

تیز ہے تو جی بھر بھر کے نظارہ فرمایا کریں۔

کیونکہ آپ کے مذہب میں ایسا نظارہ حالتِ نماز میں بھی جائز ہے ملاحظہ کریں۔ فتاویٰ قاضی خاں جلد اوّل ص۶۹ کہ عورت کی شرمگاہوں کی بنظرِ شہوت زیارت کرنے سے بھی نماز نہیں خراب ہوتی۔

یعنی اگر کوئی نمازی کسی عورت کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھے تو اِس عورت کی ماں اور بیٹی نمازی پر حرام ہو جائیں گی لیکن نماز خراب نہیں ہوتی۔

(لو نظر المصلی الی فرج امراۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا ولا تفسد صلوانہ)

ہاں ہاں قریشی صاحب! آپ کے مذہب کے مطابق تو شاید نماز کی قبولیت اسی طرح ہوتی ہے۔

واہ واہ قریشی صاحب! ایسی خضوع وخشوع والی نماز تو شاید آپ ہر روز پڑھتے ہوں گے۔ توبہ توبہ نماز میں یہ بدچلنی۔ عقلمندی یہ ہے کہ ایسے اعتراضات ہم پر نہ کیا کریں تاکہ آپ کے مذہب کا بھرم باقی رہ سکے!۔

اعتراض ۵۲:- اصولِ کافی ص۱۵۸ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ میں ہے کہ۔ (ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذالک بحجۃ اللہ علیٰ خلقہٖ)

ترجمہ:- کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو کیا پہنچنے والا ہے اور اس کی حالت کیا ہونے والی ہے۔ وہ مخلوق میں اللہ کی حجت نہیں ۱۲

فرمایئے حضرت حسینؑ جب اپنے اہل و عیال لے کر کربلا میں پہنچے تو آنے والی مشکلات کو آپ جانتے تھے تو بچوں کو بلا کے مُنہ میں خوامخواہ کیوں لے گئے اور اگر

نہیں جانتے تھے تو روایت کا کیا جواب ہے؟

جواب ۵۲ :- روایت درست ہے ہمارا ایمان ہے کہ امامؑ کو متعلقہ امور کی خبر ہوتی ہے اور رہا معاملہ حضرت امام حسینؑ کے علم کا۔ تو شہادتِ امام حسینؑ سے نہ صرف امامِ مظلومؑ واقف تھے بلکہ سارا خانوادۂ رسولؐ ہی اس سانحہ کے وقوع پذیر ہونے کا منتظر تھا۔

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ولادتِ حسینؑ کے موقع پر جبرائیلؑ نے خبرِ شہادت دی اور حضورؐ کو خاکِ کربلا پیش کی جسے امّ المومنین بی بی امِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محفوظ رکھا۔

علمِ شہادت قبل از سانحہ ہی حضرت امامؑ کی امامتِ حقہ کی دلیلِ قاطعہ ہے کیونکہ قرآن نے امام کی شان ایسی ہی بیان فرمائی ہے۔

اگر معترض نے کبھی تلاوتِ قرآن مجید کی سعادت حاصل کی ہوتی تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ امام مظلومؑ کے دادا، امام و رسول خلیل اللہ ابراہیمؑ نے بھی یہی اسوہ قائم کیا کہ جیسا کہ اقبال نے کہا ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اگر امام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام از خود آگ کو دیکھتے بھالتے بے خطر کود جاتے ہیں تو پھر ذبحِ عظیم سیدالشہداء علیہ السّلام پر اعتراض کیسا؟ یہ تو اماموں کی قرآنی سنّت ہے۔ وہ نمرودؔ کی روشن کی ہوئی آگ تھی یہ آگ یزیدؔ نے جلائی تھی۔

دوم یہ کہ نبیؑ کا خواب سچّا ہوتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں حضرتِ اسمٰعیلؑ کو ذبح کیا اور پھر صداقت رؤیا کے لیے ظاہراً حضرت ذبیحؑ کے گلے پر چھری چلائی۔ حالانکہ

نتیجے کو جانتے تھے۔

پس اللہؔ نے قربانی قبول فرمائی اور اسمٰعیلؑ کو ذبیح کا اعزاز مل گیا۔ پس جو جواب اِن دونوں واقعات سے حضرات اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ کے بارے میں ہے وہی امام حسینؑ کے لیے ہوگا کہ امام وہ ہے جو باوجود علم کے محبتِ الٰہی میں دین کے لیے کسی قربانی سے بھی خوف نہ کھائے اور بظاہر ہر مصیبت و بلا کو نظر انداز کر کے حفاظتِ دین کا فریضہ پورا کر دے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اِس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ (اقبالؔ)

اعتراض ۵۳ :- جن لوگوں نے کوفے میں حضرت حسینؓ کو بلایا تھا اور ہزاروں خطوط لکھے تھے انھوں نے اپنے دستخطوں میں کیا لکھا تھا کہ ہم کون ہیں جلاء العیون کی عبارتوں کو سامنے رکھ کر جواب دیجیے؟

جواب ۵۳ :- کوفہ کو حضرت عمر نے آباد کیا تھا۔ اہلِ کوفہ کی اکثریت حضرات ثلاثہ کو خلفائے برحق مانتی تھی جو عقیدۂ شیعہ کے خلاف ہے ان کا مذہب وہی تھا جو عبداللہ ابنِ عمر کا تھا۔ کہ انھوں نے کہا "ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت پر کی ہے" اور جو یزید کی بیعت توڑے گا ہم میں سے نہیں۔ ملاحظہ کیجیے بخاری و مسلم وغیرہ

اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "چودہ مسئلے" میں پڑھ لیں۔ بہرحال جلاءُ العیون میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ وہ امام حسینؑ کو بیعت کا یقین دلاتے رہے اور یزیدؑ و اُس کے عمال کے مظالم کا حال بیان کرتے رہے ان کی اکثریت کا شیعۂ اہلبیت ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ اسی کوفہ میں

نہ ہوئے۔

لہٰذا

اب قریشی صاحب کے لئے میدان کھلا ہے دیکھئے وہ کس حد تک کامیاب ہوتے ہیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

۵ رمئی سنہ ۱۹۷۶ء — احقر الزمن

عبدالکریم مشتاق

"سنو سنار کی ایک لوہار کی"

حمدِ خدا اور درود وسلام بر محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کے بعد نعرۂ "یا علیؑ مدد" کے ساتھ قریشی صاحب کے مرقومہ اعتراضات نامہ "جلاء الافہام" کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ چنانچہ اعتراض اول یوں ہے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ جب قرآن کی نصوصِ قطعیہ سے عورت کا خاوند کے مال سے وارث ہونا ثابت ہے تو آپ کے مذہب میں عورت کیوں محروم کر دی جاتی ہے۔ قرآنی آیت پیش کریں؟

جواب نمبر ۱:۔ ہمارے مذہب میں بالکل قرآن مجید کی سورۃ النساء آیت ۱۲ کے مطابق بیوی کا شوہر کے ترکہ میں وارث ہونا ثابت ہے۔ جب ہم عورت کا وارث ہونا مانتے ہیں تو اعتراض کیسا؟ حکمِ قرآن کے تحت الف، لام اور مِن تبعیض کی شرط ضرور ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ بعض اشیاء میں عورت کا حصہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ شیعوں میں بیوی شوہر کے مال سے محروم کر دی جاتی ہے بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ حضرت علی کے بھائی حضرت جعفر طیار کی بیوہ کا نام اسماء بنت عمیس ہے اگر آپ کے نزدیک صدیق اکبرؓ منافق مرتد، ظالم اور غاصب تھے تو حضرت علی نے اسماء کا نکاح صدیق اکبر سے کیوں کیا؟

حنفیوں کے امامِ اعظم نے رہائش رکھّی۔ کیونکہ وہاں ثلاثہ کے ماننے والوں کی اکثریت تھی۔ کوفیوں نے خط میں یہ بھی لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے جو شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

اعتراض ۵۴:۔ ترجمہ مقبول ص ۶۲۷ کے حاشیہ پر اصول کافی سے امام جعفر صادق کا قول ہے کہ انسان وہاں دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی مٹّی لی گئی ہو۔ فرمائیے۔ صدّیق و عمر جب روضۂ اطہر میں مدفون ہیں تو کیا اِن کی مٹّی روضۂ اقدس کی مٹّی سے لے گئی ہے؟

جواب ۵۴:۔ اگر ہم اِس اعتراض کا جواب حسبِ منشا دیتے ہیں تو ایک طرف رواداری قائم نہ رہے گی۔ اور دوسری طرف رسالہ ہذا کے ضبط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ بہر حال مختصراً عرض یہ ہے کہ حضرات شیخین کی مٹّی روضۂ اقدس سے لی گئی ہے تو پھر بھی محض مٹّی سے فضیلت بتانے کی سوچنا دوسروں کی آنکھوں میں مٹّی ڈالنے کی کوشش ہے کیونکہ اگر ہم صرف شہداء بدر ہی کی مثالیں لیں تو دیکھتے ہیں کہ شہدا و کفّار کی مٹّی ایک ہی جگہ سے لی گئی۔ دونوں میں کیا فرق رہ گیا۔ کفّارِ مکّہ نے اپنے کشتے وہیں دفن کیے اور شہدا اصحابِ رسول بھی وہاں دفن ہوئے

تو کافر و شہید صحابی میں بلحاظ مٹّی کیا فرق رہ گیا؟ لہٰذا ایسی فضیلت کفّار کو بھی دے دیں۔ جبکہ اگر قبل از اسلام اِس جگہ کی تاریخ دیکھی جائے تو وہاں کچھ اور ہی نظر آئے گا۔ جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تاہم اس میں ایک بڑی عمدہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ حضورؐ نے ان کو اپنے ہی قریب رکھّا اور اپنی آل کو دنیا میں پھیلایا۔ کسی کو عراق میں کسی کو ایران میں اور کسی کو شام وغیرہ وغیرہ۔ اگر قریشی صاحب اس کی تفصیلی وضاحت چاہیں تو راقم الحروف کو

خط لکھ دیں انشاءاللہ تشفّی کر دوں گا۔ بہر حال جواب اعتراض یہی ہے کہ ایک ہی جگہ کی مٹّی میں مختلف قسم کے اثرات و خواص ہوتے ہیں جن کا اثر بلحاظ ظرف ہوتا ہے۔ ایک ہی زمین سے گلاب بھی نکلتا ہے اور کیچوے بھی۔ فافہم۔

اعتراض ۵۵:۔ معصوم کا مطلب حاشیۂ ترجمہ مقبول کے ص ۵۶۳ سطر ۳ میں قرآن مجید کو مضبوط پکڑنے والا لکھا ہوا ہے۔ کیا ائمّہ کرام کی معصومیت اس قسم کی تھی، یا وہ گناہوں سے پاک منزہ تھے۔ واضح فرمائیے؟

جواب ۵۵:۔ آپ کو غالباً محاورات پر عبور حاصل نہیں ہے اور لفظی معنی زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر بہت زور سے دبا کر تھام لیتے ہیں۔ بلکہ دراصل اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی زندگی تشریح قرآن ہے ان کا کوئی عمل خلافِ قرآن نہیں ہے اور کوئی قول قرآن کے مخالف نہیں وہ سراپا موافقِ قرآن ہیں۔ بس یہی تو دلیلِ عصمت ہے ظاہر ہے کہ جب کوئی ہستی قرآن کو اس طرح تھام لے گی تو وہ ہر گناہ سے محفوظ اور ہر سہو و خطا سے پاک ہو گی۔ کیونکہ گناہ و نسیان قرآن کے چھوڑنے کی حالت کا نتیجہ ہی تو ہیں۔ لہٰذا از خود ثابت ہوا کہ وہ ہر طرح کے گناہوں سے پاک و منزہ ہیں کیونکہ وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور قرآن ان سے کبھی جدا نہ ہو گا۔ حتّٰی کہ دونوں حوضِ کوثر پر اکھٹّے وارد ہوں گے۔ جس طرح حبل اللہ کا

مطلب یہ نہیں کہ سچ مچ کوئی رسہ لٹکا ہوا ہے۔

اعتراض ۵۶:- اہلِ سنّت جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ وہ آپ کے نزدیک پورا ہے یا ادھورا؟

جواب ۵۶:- اہلسنّت کے لیے پورا شیعہ کے لیے پورا نہیں۔

اعتراض ۵۷:- اگر پورا ہے تو اعلان فرما دیجیے تاکہ اہلِ سنّت کے کلمہ کے متعلق شبہات دُور ہو جائیں۔

جواب ۵۷:- اگر بغضِ علیؑ سے یہ کلمہ پڑھا جائے تو نہ پورا ہے نہ ہی ادھورا بلکہ کلمۂ کفر ہے تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب "علیؑ ولی اللہ" ایک سنّی مسلمان کے لیے اہلِ سنّت کا کلمہ پورا ہے مگر شیعہ ولایت علیؑ کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں یہ بھی ضروری ہے۔

اعتراض ۵۸:- اگر ادھورا ہے تو حیات القلوب ص۲ ج ۱ میں مُلّا باقر مجلسی نے یہ لکھا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوّت پر اہلِ سنّت والا کلمہ ہے؟

جواب ۵۸:- کعبے کے بتوں کو توڑتے وقت مُہرِ نبوت پر حضرت علی علیہ السلام کے قدموں کے روشن نشان ہی اصل اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ جب تک علیؑ کو شامل نہ کیا جائے بُت دفع نہیں ہوتے اور جب مُہر نبوّت والے رسولؐ نے خود "علیؑ ولی اللہ" پڑھا ہے (دیکھیے سفینۂ نوح محمد شفیع اوکاڑوی ص۲۶) تو اعتراض کیا؟ سفینۂ نوح کا پہلا ایڈیشن دیکھیے نئے ایڈیشن میں تحریف کر دی گئی ہے۔
نیز مُہرِ نبوّت اور مُہرِ ولایت کا فرق بھی ملاحظہ رکھیں۔

اعتراض ۵۹:- غزواتِ حیدری کے ص۲۹۱ سطر ۱۸ میں ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں تو وہی کلمہ حضور علیہ السلام نے پڑھایا جو اہلِ سنّت پڑھتے ہیں۔ فرمایے۔ حضرت خدیجہ کے ایمان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب ۵۹:- اگر شروع میں اتنا کلمہ پڑھا تو حرج نہیں۔ جب خود رسولؐ خدا نے علیؑ ولی اللہ پڑھا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بی بی خدیجہؑ کے متعلق یہ تصور کر لیا جائے کہ انھوں نے اتباعِ رسولؐ نہ کی ہمارا ایمان ہے کہ محسنۂ اسلام اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ نے "علیؑ ولی اللہ" ضرور پڑھا۔ غزواتِ حیدری میں ابتدائی دور کا ذکر ہے۔

اعتراض ۶۰:- اذان میں اشہد ان علیاً ولی اللہ جو آپ کہا کرتے ہیں۔ اس کے متعلق اپنی کتاب میں سے کسی امام کی صحیح حدیث پیش فرمایئے؟

جواب ۶۰:- شہادتِ ولایت و خلافت اذان میں مستحب وفروری ہے ملاحظہ فرمائیں۔

بحار الانوار جلد ۱۸ ص۱۶۴ مطبوعہ ایران، احتجاج طبرسی ص۸۴ طبع ایران امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تو ولایت علیؑ کا اقرار بھی کرو۔ نیز دیکھیے رسالہ اذانیہ ص۵ مطبوعہ لکھنؤ۔

اب آپ نمازِ فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا ثبوت کسی صحیح ومرفوع حدیثِ رسولؐ سے دیکھیے مہربانی ہوگی۔

اگر کوئی حدیث نہ مل سکے تو کم سے کم حضرت ابوبکر کے زمانے میں اس کا رواج ثابت کر دیجئے۔

علامہ شبلی نے "الفاروق" میں تسلیم کیا کہ یہ حضرت عمر نے اضافہ کیا ہے۔

اعتراض ۶۱: جب قرآن مجید میں وسلموا تسلیما موجود ہے تو آپ وبارک وسلّم درود میں کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب ۶۱: جب آپ نماز میں درود پڑھتے اس میں وبارک وسلّم دکھائیے۔ اوروں کو نصیحت خود را فضیحت!

یاد رکھئے! ہم جاہل اماموں کے ماننے والے نہیں ہیں۔ قرآن میں وسلموا تسلیما صرف پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ تسلیم کرنے کے لیے کہا گیا ہے جیسا کہ "إن اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

یعنی بے شک۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو درود بھیجو اور سلام تسلیم پیش کرتے رہو" پس سلموا تسلیماً سے مراد فرمانبرداری و اطاعت رسولؐ ہے۔ باقی ہم وبارک وسلّم بھی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں منع نہیں ہے۔

دیکھئے ہماری کتاب تحفۃ العوام مقبول ص ۱۲۱ اللھم صل علی محمد وّ ال محمد وبارک علی محمد وّ ال محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید o

مگر معاف کیجئے آپ تو درود بھی ہمیشہ ادھورا ہی لکھتے پڑھتے ہیں اور

حدیث رسولؐ ہے کہ مجھ پر ادھورا درود نہ پڑھو۔

پہلے اپنے گریبان میں جھانکئے پھر اعتراض کیا کریں۔ کیا آپ اکثر آل کا ذکر درود میں نہیں چھوڑ جاتے؟

اعتراض ۶۲: جب سب کے نزدیک حضرت حیدر کرارؑ اسد اللہ الغالب ہیں تو ان کے متعلق یہ مشہور کرنا کہ آپ سے صحابہ نے مصلّے چھین لیا تھا۔ خلافت غصب کر لی تھی۔ فدک نہیں دیا تھا کہ ان کو مغلوب بنانے کا منصوبہ نہیں؟

جواب ۶۲: پھر تو آپ لوگ اللہ پر بھی معترض ہو سکتے ہیں کہ اس نے شیطان کو کیوں ڈھیل دے رکھی ہے۔ کیا خدا شیطان سے مغلوب ہو گیا ہے؟

مسلمان عیسائی اور یہودی وغیرہ قوت و غلبۂ پروردگار کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ نمرود و فرعون جیسے کافروں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اور اللہ کی مخلوق کی ان گنت تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی خدا کے بے گناہ انبیا ظلم و ستم سے شہید کر دیے گئے۔

زبردستی اور تشدد سے اپنی جھوٹی خدائی منوائی گئی کیا یہ باتیں خدا کو معاذ اللہ مغلوب ثابت کرتی ہیں؟

اگر نہیں تو پھر ولیِ خدا کس طرح مغلوب ہو گئے؟ یاد رکھئے جس طرح خدا کو اپنے بارے میں امتحانِ خلق مقصود ہے بالکل اسی طرح حضرت حیدر کرار کے معاملے میں امتحان مقصود تھا۔ تبھی تو سرور کائنات نے اپنے وصی حقیقی کو صبر کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ ملاحظہ کیجئے (مدارج النبوۃ)

اعتراض ۶۳:- نماز میں مردوں کے لیے اگر ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن میں نہیں۔ تو فرمایئے عورتوں کے لیے ہاتھ باندھنے کا ثبوت کس آیت میں ہے۔

ذرا پڑھ کر سنایئے؟

جواب ۶۳:- قرآن مجید میں نہ ہی مردوں کے ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے نہ ہی عورتوں کا۔ بلکہ بندھے ہاتھ ہونا یہودیوں کے لیے بددعا ہے۔ میری کتاب "چودہ مسئلے" پڑھ لیجیے۔ پورا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ شیعہ خواتین ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پہلے مکمل واقفیت حاصل کیجیے پھر اعتراض فرمایئے۔

اعتراض ۶۴:- ترجمۂ مقبول کے حاشیہ پر ہے کہ جب حضرت سیدہؑ کے وجودِ مقدس میں حضرت امام حسین تشریف لائے تو آپ نے اس حمل کو مکروہ سمجھا۔ کیا واقعی ایسا ہے۔ ذرا تشریح مطلوب ہے؟

جواب ۶۴:- معترض اپنی تحریف کی عادت سے مجبور ہیں۔ حالانکہ مولانا مقبول احمد نے وہاں کراہت یا نفرت کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا بلکہ اصل واقعہ حاشیہ میں یوں درج ہے۔

"جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کے حمل میں جناب امام حسینؑ تھے۔ جبرائیل امینؑ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ عنقریب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کو آپ کی امت آپؐ کے بعد قتل کرے گی۔

پس یہ سن کر جناب فاطمہ زہراؑ کو اس حمل سے بھی رنج پہنچا اور وضعِ حمل کے وقت اس ولادت سے بھی۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ کہ دنیا میں کوئی ماں ایسی نظر نہ آئے گی جو بیٹے کو جن کر رنجیدہ ہوتی مگر جناب سیدہؑ ان کو رنج اس وجہ سے ہوا کہ ان کو علم ہوچکا تھا کہ ان کا یہ فرزند قتل کیا جائے گا۔

(سورۃ الاحقاف) حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۶۵۳

قریشی صاحب نے نامکمل حوالہ دیکر جو شرارت کی ہے اصل عبارت کے بعد اس کی حقیقت مکمل طور پر منکشف ہوجاتی ہے کہ سیدہ طاہرہ رنجیدہ کیوں ہوئیں

شاید قریشی صاحب بھی اب رنجیدہ ہوکر ندامت محسوس کریں گے۔

اعتراض ۶۵:- جب قرآن مجید میں بنات تک موجود ہے تو آپ حقیقی معنی کو کیوں ترک کرتے ہیں اور حضور اکرمؐ کی ایک سے زیادہ صاحبزادیوں کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

جواب ۶۵:- قرآن مجید رسول اللہؐ پر نازل ہوا ہے جو معنی حضورؐ فرمائیں گے وہی حقیقی ہوں گے۔ پس آیۂ مباہلہ میں "نسائنا" سے مراد اگر فاطمہؑ ہے تو "بنات" کی جمع بھی فاطمہؑ کے اکلوتی ہونے کی نفی نہیں کرتی۔

"بنات" کے حقیقی معنی زبان عربی میں صرف سگی بیٹیاں نہیں بلکہ رواجِ عرب کے مطابق ربیبہ بیٹیاں بھی شامل ہوسکتی ہیں۔

چونکہ یہ پردہ کے متعلق آیت ہے۔ اور اس میں حضورؐ کو حکم دیا ہے کہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ کہہ دو۔ لہٰذا یہ حکم عام

ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ کی ہر عورت کے حضورؐ روحانی باپ ہیں، اس لیے سورۂ احزاب کی آیت ۵۹ سے پہلے آیت ۵۲ میں حضورؐ کو حکم ہوا ہے کہ اب وہ کوئی مزید شادی نہ فرمائیں۔ لہٰذا آپؐ کی ازواج کے علاوہ تمام اُمّت کی بیٹیاں آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں پس یہاں معنی عام "بنات" استعمال ہوا ہے اسی لیے تخصیصی حرف استعمال نہیں کیا گیا بلکہ عام ہدایت ہے [1]

مسئلۂ بناتِ نبیؐ اہل سنّت کے نزدیک متنازعہ امر ہے اس لیے اس پہ حجّت قائم نہیں کی جا سکتی۔ جب تک اختلاف دُور نہ ہو ہماری کتاب "چودہ مسئلے" میں اس کا مفصّل بیان موجود ہے۔

جیسا کہ اہل سنّت کی تفسیر نیشاپوری میں دیا بیکم کی تفسیر میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضورؐ کی پالی ہوئی لڑکیوں کو بناتِ رسولؐ کہا ہے۔

ہم حضورؐ کی ایک ہی بیٹی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے صدّیقِ اکبر نے حضرت سیّدہ سے یوں کلام کیا۔

"اے رسول خداؐ کی دختر! یقیناً آپ کے پدرِ بزرگوار مومنین پر مہربان شفیق اور رحمت والے تھے اور کافروں کے لیے دردناک اور بڑی عقوبت تھے پس اگر ہم ان کا ذکر کریں تو تمام دنیا کی عورتوں میں انہیں صرف آپ کا باپ اور مردوں میں صرف آپ کے شوہر کا بھائی پائیں گے"۔

خط کشیدہ الفاظ سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر جناب سیّدہ کے علاوہ

---

[1] قرآن مجید میں حضرت لوطؑ کے بارے میں "بنات" کا لفظ آیا ہے جبکہ جمع تین سے کم پر نہیں استعمال ہوتی حالانکہ حضرت لوطؑ کی دو بیٹیاں تھیں۔

دنیا کی کسی عورت کو حضورؐ کی بیٹی نہیں مانتے تھے (بلاغات النّساء مصنّفہ ابو الفضل احمد بن طاہر بغدادی)

پس جب "بنات" حقیقی بیٹیوں کے علاوہ بھی استعمال ہو سکتا ہے تو اس سے صرف سگی بیٹیاں مراد نہیں لی جا سکتی ہیں۔

اور اسی طرح حضرت ابوبکر کی گواہی کے بعد کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔ کہ حضرت سیّدہ کو اکلوتی بیٹی نہ مانا جائے۔ اس لیے اعتراض رفع ہو جانا چاہیئے۔

اعتراض ۶۶:- میدانِ کربلا میں عترتِ رسولِ مقبول سے جب صرف حضرت زین العابدین کے علاوہ اور کوئی نہ بچ سکا اور ان کے علاوہ عترتِ رسولؐ میں سے کئی صاحبزادیاں اور متعدد بیوگان بچ گئی تھیں۔ فرمائیے ان کا نکاح کس سے ہوا؟

جواب ۶۶:- امام زین العابدینؑ کے علاوہ امام محمّد باقرؑ اور امام حسنؑ کی اولاد بھی سانحۂ کربلا کے بعد پھلی پھولی۔ بیوگان کا اس المناک حادثے کے بعد شادیاں کرنا بعید از قیاس ہے۔ البتّہ جو بچیاں بچ گئیں ان کے نکاح خاندانِ بنی ہاشم ہی میں ہوئے۔ تاریخ میں ان کل مخدرات کی تعداد ۲۵ سے زیادہ کہیں نہیں ملتی ہے اور ان ۲۵ میں یتیم بچّیاں اور بزرگ خواتین شامل تھیں۔ لہٰذا متعدد بیوگانِ خاندانِ سادات کہنا خلافِ تاریخ ہے۔

اعتراض ۶۷:- اگر کسی سیّدہ سے نکاح ہوا تو اس کا نام بیان فرمایئے؟

جواب ۶۷:۔ یہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ان مخدرات نے اپنی بے کیف زندگی کے باقی ماندہ دن لذّاتِ دنیا سے نفرت اور بے رخی میں گذارے ایک عرصۂ دراز تک بنی ہاشم میں کوئی خوشی کی تقریب منعقد نہ ہوئی۔ درحقیقت واقعۂ کربلا نے اہلِ حرم کی زندگیوں کا جیتے جی ہی خاتمہ کر دیا تھا لہٰذا شادی بیاہ وغیرہ سے ان کو کب دلچسپی ہو گی۔

اعتراض ۶۸:۔ اور اگر کسی سے ان کا نکاح نہیں ہوا تو وانکحو الایامیٰ منکم پر ان کا عمل نہ ہوا۔ کیا معاذاللہ عترتِ رسولؐ نے قرآن پر عمل نہ کیا؟

جواب ۶۸:۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ بعد از جہادِ کربلا اس دکھ بھری زندگی نے اِن با عظمت بی بیوں کے اجسام کو اس قدر نحیف و کمزور بنا دیا تھا کہ اُن کی رنگت تبدیل ہو گئی تھی۔ ان کو آسانی سے پہچان لینا بھی مشکل کام تھا۔ ایسے میں نکاحوں کا سوچنا نہایت سنگدلی کا مظاہرہ ہوگا۔

جب صحّتِ جسمانی قائم نہ ہو۔ مصائب و حوادث درپیش ہوں، ایسے حالات میں تو نماز، روزہ، زکواۃ۔ حج۔ جہاد جیسے احکامِ قرآن میں رعایت ہوا کرتی ہے۔

احکامِ نکاح تو دُور کی بات ہے شادیاں، بستے گھرانوں میں ہوا کرتی ہیں۔ اُجڑے خاندانوں کو شادی بیاہ سے کیا دلچسپی؟ جبکہ نہ ہی صحتِ جسمانی بحال رہی ہو اور نہ ہی ذہن و قلوب سے صدمات و آلام محو ہو سکے ہوں۔ البتّہ کافی عرصہ بعد رفتہ رفتہ اس خاندان کا صدمہ

کچھ خفیف ہوا تو انھوں نے اپنے ہی خاندان میں رشتے داریاں کیں۔

تاریخ میں اس سے متعلّقہ واضح تفصیلات مذکور نہیں ہیں۔

فلپس حتی مردود نے جو تاریخِ تمدّنِ عرب میں بی بی سکینہؑ کے بارے میں خرافات لکھی ہیں تو وہ دشمنانِ آلِ محمد کی خود ساختہ ہیں جن سے فلپس حتی نے محض تحقیرِ اسلام کا کام لیا ہے۔ حالانکہ بی بی سکینہ بنت الحسینؑ کا انتقال صغیر سنی میں زندانِ شام ہی میں ہو گیا تھا۔

اعتراض ۶۹:۔ ضمیمہ ترجمۂ مقبول ص۵۵۴ سطر ۷ میں ہے کہ سیّدہ فاطمہؑ نے شیطانی خواب دیکھا ہے، آپ کی اس کے متعلّق کیا تحقیق ہے۔ کیا بی بی پاک کو آپ کے مذہب میں شیطانی خواب آ سکتا ہے۔ تفصیل و تشریح درکار ہے۔

جواب ۶۹:۔ ضمیمہ مذکورہ میں جو خواب جناب سیّدہ کا مرقوم ہے اسے شیطانی خواب لکھنا قریشی صاحب ہی کو زیب دیتا ہے چونکہ آپ محاورات سے نابلد ہیں اس لیے ترکیب الفاظ استعمال کرتے ہوئے توہینِ بزرگانِ دین کا بھی خیال نہیں کرتے حالانکہ شیطانی خواب کے معنی محاورہ میں تذلیلی و تحقیری ہوتے ہیں۔

جبکہ مولانا مقبول احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ایسا قطعی بیان نہیں فرمایا۔

دراصل خوابِ مذکورہ بھی دلیلِ عصمت سیّدہ طاہرہؑ ہے جیسا کہ بوقتِ مردودیت ابلیس لعین نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ کے بندوں کو بہکاتا رہے گا اور ورغلاتا رہے گا۔ مگر اللہ نے جواب دیا تو میرے برگزیدہ بندگان کو نہیں

بہکا سکتا ہے۔

تعلیمِ اُمّت کے لیے اس مسئلہ کی عملی تشریح کے سلسلے میں یہ خواب برہان واضح ہے کہ خدا کا وعدہ سچّا ہے

مولانا مقبول احمد نے اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر قمیؒ میں ہے کہ بروایت ابوبصیر جناب امام جعفر صادقؑ علیہ السّلام سے آیہ۔

"انما النجوی من الشیطن" کا سببِ نزول دریافت ہوا اور آپ نے فرمایا۔ کہ ایک رات جناب سیّدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے ہمراہ مجھے اور علیؑ اور حسنینؑ کو لیے ہوئے کہیں جانے کا قصد کرتے ہیں۔

بس اسی ارادے سے وہ جنابؐ ہم سب کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے مکانوں سے نکل گئے تو ایک دوراہا ملا۔ جناب رسولِ کریمؐ داہنی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ایک باغ پر پہنچے جس میں چشمہ بھی جاری تھا۔ وہاں آنحضرتؐ نے ایک بکری مول لی۔ جس کے ایک کان پر سفید نقطے تھے۔ اس کے ذبح کرنے کا آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ گوشت تیّار ہو گیا تو سب نے مل کر کھایا۔ اس کے کھاتے ہی سب کے سب مر گئے۔ یہ حال دیکھ کر جناب سیّدہؑ روتی ہوئی خوفزدہ خواب سے بیدار ہوئیں اور حضورؐ سے اپنا خواب بیان نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو رسولِ خداؐ دراز گوش پر سوار ہو کر خانہ جناب سیدہؑ میں تشریف لائے اور جناب سیّدہؑ کو سوار کر لیا۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السّلام اور حسنین علیہما السّلام سے فرمایا تم بھی چلو۔ پس جب

یہ سب حضرات مدینہ سے نکلے تو ویسا ہی دوراہا ملا۔ جیسا کہ جناب معصومہؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ پس جناب رسولؐ نے داہنا راستہ اختیار کیا۔

جیسا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ دیکھ چکی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ ایک مقام پر پہنچے جہاں خرمے کے درخت اور پانی کا چشمہ تھا۔ تو آنحضرتؐ نے ایک بکری جس کے کان پر سفید تل تھے خرید فرمائی یہ بھی خواب کے مطابق ہوا۔ پھر اس کے ذبح کا حکم دیا۔ پس وہ ذبح کی گئی اس کا گوشت بھونا گیا۔ جیسے ہی ان بزرگوں نے نوش فرمانے کا قصد کیا۔ جناب سیّدہؑ اٹھیں اور ایک طرف جا کر رونے لگیں کہ اب یہ سب مر جائیں گے۔

پس جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُٹھ کر اپنی پارۂ جگر کے پاس وہاں تشریف لے گئے جہاں وہ رو رہی تھیں اور یہ حال دیکھ کر کہا اے لختِ جگر تم کیوں روتی ہو۔ عرض کیا بابا! میں نے رات کو ایسا ایسا خواب دیکھا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ سب کچھ ہو بہو آپ اس وقت تک کر چکے ہیں بس میں اس لیے آپ کے پاس سے ہٹ گئی کہ میں آپ کو مرتے نہ دیکھوں۔

یہ سُن کر حضورؐ اُٹھے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی بعد اس کے درگاہِ خدا میں مناجات کی جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! ایک شیطان نام اُس کا "زہا" ہے اس نے فاطمہؑ کو خواب میں یہ واقعہ دکھایا ہے۔ وہی مومنین کو ان کے سونے میں اذیّت دیتا ہے جس سے وہ مغموم و محزون ہو جاتے ہیں۔ جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اُسے میرے پاس لاؤ۔ جبرائیل گئے اور "زہا" کو پکڑ کر لائے آنحضرتؐ نے فرمایا تو نے ہی

فاطمہؑ کو یہ خواب دکھایا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں
یہ سُن کر آنحضرتؐ نے اس کے بدن پر تین بار تھوکا۔ جس سے اس کے تین جگہ درد پیدا ہوگیا۔ پھر جبرائیلؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ فاطمہؑ سے کہہ دیجئے کہ اگر خواب میں کوئی خوفناک واقعہ دیکھا کریں۔ یا مومنین میں سے کوئی شخص بُرا خواب دیکھے تو پڑھے ۱۰ اعوذ بما عاذت بہ ملئکۃ اللہ المقربون وانبیاءہ المرسلون وعبادہ الصلحون من شر ما رایت من رویای۔ بعد اس کے سورۂ حمد وقل اعوذ برب الفلق الخ قل اعوذ برب الناس الخ اور قل ہو اللہ احد الخ پڑھ کر اپنے بائیں جانب تھوک دے۔ پس وہ خواب اُسے ضرر نہ پہنچائے گا۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی۔

اب ہم نے پوری روایت ہی نقل کر دی ہے لہٰذا اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہی۔ بی بی پاکؑ کو شیطانؑ کا خواب نظر آنا امرِ محال نہیں ہے بلکہ معصوم تو ظاہر میں شیطان لعین کو سامنے بلا کر سزا و تادیب کر سکتا ہے جیسا کہ روایت سے ثابت ہوا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ شیطان لعین کا غلبہ معصومؑ پر نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ اگر اُمّت شرِ شیطان رجیم سے محفوظ رہنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے یہ روایت اتنی صاف ہے کہ کسی مزید تحقیق و تفصیل و تشریح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

اعتراض نمبر ۷: ضمیمہ ترجمۂ مقبول ص۲۳ سطر ۲ میں برہان المجالس کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ بغرضِ مشورہ

خلافت عثمان زبیر طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھے تھے اگر خلافت منصوص من اللہ تھی تو مشورہ کیسا۔ نیز ضمیمہ ترجمۂ مقبول ص۲۱۹ میں ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "اے علیؑ خدا نے تجھے ایک اُمّت قرار دیا ہے۔ فرمائیے آپ کا حضرت علیؑ کی اُمّت ہونے کا کیا جواب ہے؟

جواب نمبر ۷: مشاورت مسئولہ خلافت منصوص کے لیے قطعاً نہ تھی بلکہ مجلسِ شوریٰ برائے امرِ حکومت (خلافتِ ظاہری) بمطابق وصیّت حضرت عمر منعقد ہوئی تھی۔ اتمامِ حجّت کی خاطر حضرت علی علیہ السلام نے اس میں شرکت فرمائی۔ تاکہ لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ علیؑ دعوئ خلافت تو کرتے رہے لیکن اگر اس امر پہ آپؑ کو بلایا گیا تو وہ گھر ہی بیٹھے رہے اور بوقتِ فیصلۂ حکومت تشریف نہ لائے ورنہ اس شوریٰ کی حقیقت تو حضرت امیرؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ دیکھئے اپنی کتب تاریخ کامل اور تاریخ ابوالفداء وغیرہ۔

"یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہمارے حق سے ہمیں ہٹانے کیلئے زیادتی کی اور ہمیں ہمارے حق سے علیحدہ کیا"

باقی رہا حضرت علیؑ کے اُمّت ہونے کا جواب تو وہ بھی اپنی کتب میں ملاحظہ فرمالیجئے۔ جن میں قول سرکارِ رسالت مآبؐ اس طرح منقول ہے۔

"یا علیؑ جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے میں ملتا ہے۔ اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تنہا

اُمّت قرار دیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ایک
اُمّت قرار دیا تھا" (حاشیہ مقبول ص ۳۴۹)

لہٰذا اولاً تو یہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسے امام ایک اُمّت ہیں اسی طرح امام علیؑ ابن ابی طالب تنہا اُمّت ہیں۔

دوم یہ کہ حضرت امیرؑ کا مرتبہ پوری اُمّت کے مرتبے سے بھی افضل ہے جیساکہ آپ کے امام حاکم نے تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "علیؑ کی روزِ خندق کی ایک ضربت عبادتِ ثقلین سے افضل ہے۔
(حاکم و دیلمی وغیرہ)

نوٹ:- امام حاکم کی روایت ہیں یہ الفاظ بصراحت ہیں "افضل اعمال امتی الی یوم القیامۃ" یعنی میری ساری اُمّت کے قیامت تک کے اعمال سے علیؑ کی ایک ضربت افضل ہے۔

اب فرمائیں آپ تو علیؑ کے اُمّت ہونے پر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ آپ کے امام حاکم کے بقول علیؑ کی صرف ایک ضربت ہی ساری اُمّت سے افضل ہے۔ اور مراد حضورؐ کی یہ ہے کہ جو ثواب سب عبادات کا اُمّت کو ہوگا اس سے زیادہ ثواب علیؑ کو روزِ خندق کی ایک ضربت سے حاصل ہوگا۔
اب اگر کوئی بغض ہے تو حضورؐ سے دریافت فرمائیے۔

اعتراض ۷۱:- ترجمہ مقبول ص ۵۱۷ کے حاشیہ سطر ۱۱ میں ہے جو شخص اہلِ بیت سے محبت رکھے گا۔ وہ اہل بیت میں داخل ہوگا۔ فرمائیے شیعہ حضرات کو ہم حضور علیہ السّلام کی اہل بیت کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ محبتِ عترتِ رسولؐ کے واحد ٹھیکیدار کہلاتے ہیں؟

جواب ۷۱:- یہ اہل بیت کی کرم نوازی، عزّت افزائی، ذرہ نوازی اور نظرِ عنایت ہے کہ جو ان سے محبّت رکھے وہ ان کو اپنے میں داخل فرمالیتے ہیں۔ اس کے درجات بلند کرتے ہیں۔ اس لیے حدیث شریف ہے کہ جو محبّتِ اہل بیت میں طبعی موت بھی مرا وہ شہید ہے لہٰذا یہ عطا و بخشش ہمیں ہی نصیب ہے۔ کہ ہم شیعیانِ اہل بیت کہلاتے ہیں اور مولانا مقبول صاحب نے یہ نہیں لکھا ہے کہ حبدارِ اہلبیت از خود اہلبیت ہوگا یا اہلبیت ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ بلکہ کہا کہ وہ اہلبیت میں داخل ہوگا اور یہ جملہ از خود ثابت کرتا ہے کہ اہل بیت اور ہیں اور داخل ہونے والا معتقد دوسری چیز بفضلِ خدائے تعالیٰ بلاشبہ یہ ٹھیکہ ہم ہی کو حاصل ہے کہ ہم شیعیان اہلبیت کہلواتے ہیں جو "داخلہ" کا پکا ثبوت ہے کہ (اہل بیت) سے جدا نہیں ہے۔ ان کے معتقد و غلام و پیروکار اور ماموم ہیں۔

جبکہ آپ کو تو یہ لقب ہی پسند نہ آیا۔ خود ہی ٹھیکے سے ہاتھ دھو بیٹھے جیساکہ محدّث عبدالعزیز دہلوی صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تسلیم کیا ہے۔

اعتراض ۷۲:- احتجاج طبرسی ص ۵۴ مطبوعہ نجف اشرف میں ہے۔
ثمّ تناول ید ابی بکر فبایعہ

ترجمہ:- بعدہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کا ہاتھ لیا اور اس کی بیعت فرمائی۔
فرمائیے یہ بیعت اصلی تھی یا خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا مقصود تھا۔ اگر اصلی تھی تو شیعہ سنّی اختلاف ختم اور اگر دوسری بات تھی تو یہ ایک برحق امام کی پوزیشن کے خلاف ہے۔ واضح فرمائیے؟

علمائے امامیہ نے روایت مذکورہ کو درست تسلیم نہیں

جواب ۲: - کیا ہے۔ بحث میں مسلمات لائے جاتے ہیں نہ کہ مردود اقوال۔ اگر اس قول کو صحیح مانا گیا ہوتا تو پھر بقول آپ کے شیعہ سنی اختلاف ہی نہ رہتا۔

اور پھر حضرت علیؑ شوریٰ میں ان کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے حکومت سے محروم رہنا کیوں گوارہ فرماتے؟

نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ص۸ میں ہے۔

اعتراض ۳: - انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذٰلک للہ رضاً۔

ترجمہ: - خیر این نیست مشورے کا حق مہاجرین و انصار کو ہے پس اگر وہ کسی جوان پر اتفاق کر کے اسے امام بنالیں تو خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ حالانکہ یہاں سے امامت کا انعقاد وشوریٰ سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایئے حضرت علیؑ کے اس فرمان سے اتفاق ہے یا نہ؟

دلیل ہمیشہ مسلماتِ خصم سے پیش کی جاتی ہے اس لیے

جواب ۳: - معاویہ کے خلاف حضرت امیرؑ نے گذشتہ حکومتوں کے حالات کو دلیل بنا کر حجت قائم فرمائی۔

جس طرح حضرت ابوبکر سے کہا تھا کہ تم نے قریش ہونے کی دلیل پر حکومت حاصل کی ہے کہ تم لوگ قرابت میں رسولؐ کے قریب ہو جبکہ میں بھی وہی بات تمہیں کہتا ہوں کہ میں تم سب سے قریب ترین ہوں۔

اگر کوئی مسلمان قاضی کسی مقدمے کا فیصلہ مروجہ انجیل کے مطابق

کرے تو عیسائی کے لیے حجت ہوگا لیکن مسلمان کے لیے نہیں اسی طرح آپؑ نے معاویہ کو کہا کہ جس طرح تم لوگوں نے عثمان کو خلیفہ مانا کہ مہاجرین و انصار نے ان کی تائید کی اسی طرح مجھے بھی ان ہی لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا حسبِ دستورِ سابقہ تم میری اطاعت قبول کر لو۔ یہ ایسی دلیل تھی جس سے انکار نہ ہو سکتا تھا۔ اور حضرتؑ نے فریقِ مخالف ہی کے مسلمات سے استدلال کر کے اپنا موقف ثابت کیا۔ نہ کہ آپ سرکار نے اصولِ شوریٰ کو درست تسلیم فرمایا۔

نیز جب حضرت علیؑ اجماعی خلافت میں اللہ تعالیٰ کی

اعتراض ۴: - رضا کے قائل ہیں تو فرمایئے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر آپ کا اعتراض کیوں ہے؟

یہ حضرت علیؑ نے معاویہ کے عقیدے کو بیان کیا ہے کہ

جواب ۴: - انھوں نے اجماعی خلافت کو رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔

پس چونکہ معاویہ کا عقیدہ یہی تھا لہٰذا اسے اب کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے کہ لوگوں نے اجماعی طور پر حضرتؑ کو خلیفہ مان لیا تو تم کیسے انکار کرتے ہو۔ رضائے الٰہی سمجھ کر کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

چونکہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم و رضا سے ہوتا ہے ہم عرض کر چکے ہیں کہ فریقِ مخالف کو ان ہی کے عقائد و مسلمات سے قائل کرنا یہ کبھی دلیل نہیں ہوتا ہے کہ قائل کرنے والا خود بھی اس مسئلہ سے اتفاق رکھتا ہے۔

یہ بات صرف عقیدۂ معاویہ کے مطابق اس کے اپنے ہی اصول پر
حجت قائم کرتی ہے، حضرت علیؑ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے اور انھوں
نے کبھی اجماع وشوریٰ کو درست خیال نہ فرمایا۔

اسی لیے جب پہلا خطبہ فرمایا تو حمدِ خدا اس طرح بیان فرمائی۔ اللہ کا
شکر ہے اس کے اس احسان پر کہ حق اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔

وضاحت تو فرما دیجئے کہ حضرت امیرؑ نے ایسا کیوں ارشاد فرمایا؟

اعتراض ۷۵:- تعزیہ بنانا کس منصوص امام کا فعل ہے۔ معتبر
کتاب کا حوالہ درکار ہے؟

جواب ۷۵:- تعزیہ تعزیت سے ہے اور تعزیت کرنا کسی مسلک میں
گناہ نہیں ہے۔ تعزیہ داری کے مروجہ معنی یہ ہیں کہ کسی
سوگ کو منانے کی نشانی بنانا چنانچہ تعزیہ داری از خود سنتِ رسولؐ ہے
فعلِ امام تو رہا ایک طرف ہم حضرت رسول کریمؐ کی سنتِ قولی وفعلی آپ
ہی کی معتبر کتابوں سے ثابت کرتے ہیں اور اس کی تفصیلی بحث ہم نے
"چودہ مسئلے" میں کر دی ہے۔ چنانچہ مختصراً عرض یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف
مطبع فاروقی دہلی ص ۶۸ پر روایت درج ہے۔

"امّ المومنین حضرت امّ سلمہؓ خاک کربلا کا تذکرہ کرنے کے بعد کہتی
ہیں پس رسولؐ نے سونگھا کہ تکلیف وبلا کی بو آرہی ہے۔ پھر ارشاد
فرمایا! اے امّ سلمہؓ جب یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا میرا فرزند حسین
شہید ہو گیا۔

پس امّ سلمہؓ نے اس خاک کو ایک شیشی میں رکھ لیا۔ اور روز آ

اس کی زیارت کرتی تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں جس دن تو خون ہو جائے گی
بے شک وہ بڑی مصیبت کا دن ہوگا

اور روایت یہ ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سات دن اور
سات رات خون کی طرح سرخ رہا۔

پس خاکِ کربلا سامنے رکھ کر تعزیہ داری کا اجمالاً استحباب ثابت
ہو گیا کہ قبل از شہادتِ حسینؑ دو ہی نشانیاں ہو سکتی تھیں۔ ایک خود امام
مظلوم اور دوسری خاکِ کربلا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے دونوں نشانیوں کو سامنے
رکھ کر عزاداری کر کے امّت کو بتا دیا کہ تعزیہ داری میری سنت ہے اور حضرت
امّ المومنین نے ہر روز اس کی زیارت شروع فرمائی۔ اب جبکہ ہمیں واقعات
کربلا کا پورا علم ہے تو علیحدہ نشانیاں بنا کر اتباعِ رسولؐ کرتے ہوئے تعزیہ
داری کرتے ہیں ایسی ہی روایات مسند احمد حنبل اور کنز العمال وغیرہ
میں موجود ہیں کہ خود حضورؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لے کر اور مٹی کو دیکھ کر
عزاداری فرمائی۔

اعتراض ۷۶:- اگر تعزیہ بنانا اس پر موجودہ طرز کی عزاداری کرنا حضور
علیہ السلام یا حضرت علیؑ سے ثابت ہو تو براہ کرم ارشاد
فرمائیں۔ لیکن بحوالہ صحیح؟

جواب ۷۶:- آپ کا مکمل جواب صحیح حوالہ سے ہو چکا ہے۔ موجودہ طرز
والی بات الٹی ہے۔ اصولی طور پر ہم نے مشکوٰۃ سے
ثابت کر دیا ہے کہ عزاداریٔ حسینؑ سرکارِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی سنتِ قولی بھی ہے اور سنتِ فعلی بھی ہے۔ طرز کا سوال تو آپ نے

جواب ۲:- عتبہ اور عتیبہ دونوں صریحاً کافر تھے کیا بتا سکتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی دونوں ربیبہ بیٹیاں رقیہ اور اُمّ کلثوم (جو بعد میں حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں) ابولہب جیسے دشمنِ اسلام کے دونوں کافر بیٹوں سے کیوں بیاہ دی تھیں جو جواب ہوگا وہی اس اعتراض پر دھرا لیجئے نیز یہ کہ حضرت آسیہؑ کا زنِ فرعون ہونا معیوب نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت اسمأ بنتِ عمیسؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ حضرت ابوبکر مسلمان تو تھے۔

اعتراض ۳:- "مراۃ العقول" میں ہے کہ حضرت علی کی والدہ کی تدفین کے لیے آقائے نامدار نے صدّیق اکبر کو شریک کار کیا"۔ اگر دشمن تھے تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟

جواب ۳:- حکم ہمیشہ ظاہر پر ہوا کرتا ہے جس طرح کہ منافق پر کوئی حد قائم نہیں ہو سکتی جب تک نفاق ظاہر نہ ہو جائے بعد از رسولؐ جو لوگ مرتد ہو گئے ان میں کافی اکثریت منافقین کی تھی۔ لیکن موجودگیٔ رسولؐ میں ان کو اسی طرح مراعات حاصل تھیں جس طرح ایک صحیح العقیدہ مسلمان صحابی کو تھیں۔

لہٰذا حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کی تجہیز و تکفین یا دفن میں شریک ہو جانا دلیل فضیلت نہیں ہو سکتا۔

اگر تدفین میں شرکت باعث فضیلت ہے تو پھر حضرت ابوبکر کی دفن رسولؐ و دخترِ رسولؐ سے محرومی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ نیز مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے جنازے میں حضورؐ کی شرکت بھی اسے کوئی فضیلت

نہ دے سکی۔

اعتراض ۴:- آپ کے مذہب میں اولاد کا سیّد ہونا ماں کی وجہ سے ہوتا ہے یا باپ کی وجہ سے؟

جواب ۴:- دراصل نسب باپ سے ہوتا ہے۔ چونکہ حضورؐ کی حدیث ہے کہ میرا نسب و سلسلہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ سے جاری ہوگا۔ اس لیے سیّد اولادِ علیؑ و فاطمہؑ ہی کہلائے گی۔ آیتِ مباہلہ میں "ابنا نا" سے اسی لیے حضورؐ نے صرف حسنین کریمین علیہما السّلام کو اپنے فرزند مراد لیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے سردار یعنی سیّد ہیں۔ پس حسنؑ و حسینؑ کی اولاد بھی سیّد ہے۔ اسی لیے ان کو فرزندانِ رسولؐ یعنی ابنائے رسول اللہ بھی کہا جاتا ہے۔

اور جنگ صفّین کے موقع پر اس کا ایک واقعہ تاریخ ابوالفدا اور حبیب السیر میں اس طرح مرقوم ہے کہ جنگِ صفّین میں حضرت محمّد حنفیہؒ بن علی علیہ السّلام بار بار حملہ کر کے کچھ تھک گیے اور والد گرامی قدر کی خدمت میں عرض کی کہ اب حضرت امام حسنؑ کو حملہ کے لیے حکم فرمائیں تو حضرت امیر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ رسولِ کریم کے فرزند ہیں اور تم میرے بیٹے ہو۔

لہٰذا اِن دونوں شہزادوں کی اولاد سیّد ہے۔ کیونکہ وہ ذرّیتِ رسولؐ ہے۔

دوم یہ کہ بتولؑ و باعفت مخدرات کو کچھ انعامات تخصیصی منجانب خدا حاصل ہیں۔ اور ان کا تذکرہ خدا نے بلند کیا ہے۔ جس کی مثال مادرِ حضرت عیسٰی علیہ السّلام جناب بی بی مریم علیہا السّلام سے سمجھی جا سکتی ہے کہ حضرت مسیح

ویسے ہی کیا جس طرح کسی مولوی صاحب نے کہا۔ بتائیں کہ پتلون پہن کر کبھی کسی صحابی یا رسولؐ خدا نے نماز پڑھی تھی؟

جناب قریشی صاحب!

نماز پڑھنا ثابت ہے لباس و طرزِ معاشرت کی کوئی قید نہیں ہے، عزاداری سنتِ نبویؐ بھی ہے اور سنتِ ائمہؑ بھی سنتِ قولی بھی ہے اور سنتِ فعلی بھی۔

لہٰذا عزاداری کرنے کے لیے طرزِ موجودہ ہو یا طرزِ قدیم اس کا کوئی فرق نہ پڑیگا کہ ہر ملک کے رسم و رواج الگ الگ ہوتے ہیں۔ جبکہ عزاداری حضور علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری رہی ہے تو پھر اس سے انکار محض ہٹ دھرمی ہے اگر آپ کو توفیق ہو تو منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر ملاحظہ کرلیں۔ سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ نہیں تو مشکوٰۃ کی حدیث ۵۸۸۸ ہی پڑھ لیجئے کہ یہ کتاب عام مل جائے گی۔ اور آپکو پنجاب پبلک لائبریری جانے کی زحمت اُٹھانا نہ پڑے گی۔

اعتراض ۷۷:- جب امام زین العابدینؑ کے علاوہ سب کے سب عترت رسولِ مقبولؐ کے لال شہید ہو گئے۔ اور حضرت زین العابدینؑ بحالتِ مرض خیمہ کے اندر تھے اور مستورات کی نگاہوں پر برقعے تھے کسی کو حضرت حسینؑ کی طرف جھانکنے کی اجازت نہ تھی اور نہ باہر آنے کی تو فرمایئے۔ دسویں محرم کے حالات کس راوی نے ہم تک پہنچائے۔

جوابِ ۷۷:- قطع نظر دیگر راویوں کے واقعاتِ کربلا خود ملاعینِ لشکرِ یزید نے حرصِ انعام و منصب میں دربارِ ابنِ زیاد و یزید

میں اپنی زبان سے بیان کیے اور اقبالِ جرم کیا۔ امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ دونوں سانحۂ کربلا کے موقع پر موجود تھے اور اماموںؑ کی شہادت کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ غیر مسلم راوی جیسے حمید بن مسلم وغیرہ بھی ہیں۔

راویوں کا بیان کتبِ مقاتل میں موجود ہے اور پھر مدعی خود گواہی پیش کر دیں تو وہ لاکھ پر بھاری ہوا کرتی ہے۔

اس لیے امیر مختار رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اشقیاء سے ان کے مظالم بر سرِ دربار سُنے اور ان کو سزائیں دیں۔

اعتراض ۷۸:- کیا یہ سچ نہیں کہ جس نے یہ باتیں جا کر یزید کے دربار میں سنائیں وہ قاتلِ اہلِ بیت تھے اور وہاں سے سُن کر جس نے اِدھر اُدھر خبریں مشہور کیں وہاں کے سننے والے تھے جو یزید کے درباری تھے حقیقت حالات سے خبر رکھتے؟

جوابِ ۷۸:- خدا تعالیٰ نے اس خونِ ناحق کو ظاہر کرنا تھا لہٰذا مجرمین نے خود ہی اقرار کیا اور شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔

یزید کے درباریوں میں زید بن ارقم جیسے صحابیٔ رسول بھی تھے۔ اور کئی حافظ و مفتی تھے جو یزید کو خلیفہ مانتے تھے۔

لہٰذا جب لوگوں کو اس ظلمِ عظیم کی خبر ملی تو ان کی رائے میں تبدیلی واقع ہوئی اکثر لوگوں نے یزید کو ملامت کیا۔

اعتراض ۷۹:- وقتِ مصیبت گریبان چاک کرنا۔ پیٹنا۔ سیاہ کپڑے کرنا۔ ہائے ہائے کرنا۔ رونا جائز ہے یا نہ؟

جواب ۷۹:- محبتِ خدا کے غم میں یہ سب کچھ کرنا جائز ہے کہ خلوص نیت سے ہو۔

اعتراض ۸۰:- اگر جائز ہے تو اپنی کتابوں میں سے کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیے؟

جواب ۸۰:- مشہور و معروف احادیث لیجیے جس کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) من بکی علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت له الجنّة
بحر المصائب مطبوعہ لکھنؤ)

یعنی جو شخص غمِ حسینؑ میں گریہ و بکا کرے یا کرائے غمگین صورت بنائے تو اس پر بہشت واجب ہے۔

(۲) من لم یحزن علی مصابنا فلیس منا (نورِ ایمان)

فرمایا جو شخص ہمارے مصائب پر غمگین و محزون نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اگر آپ اپنی کتابوں سے ثبوت مانگتے تو بھی دئیے جاتے۔

اعتراض ۸۱:- نیز حسبِ ذیل روایت کا کیا جواب ہے۔
"فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ کرو۔ اور ہائے وائے کر کے نہ دیا کرو؟ حاشیہ ترجمۂ مقبول ص ۱۱۹

جواب ۸۱:- یہ سب کچھ عام میت کے لیے ہے عزاداری امام مظلومؑ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اعتراض ۸۲:- اگر ناجائز ہے تو آپ لوگوں کو منع کیوں نہیں فرماتے؟

جواب ۸۲:- اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر آپ اسے نقل کیسے کر لیتے آپ کا نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے ہم لوگوں کو عام میت پر ایسا کرنے سے روکتے ہیں۔ دیکھیے۔ تحفۃ العوام۔

اعتراض ۸۳:- من لا یحضرہ الفقیہ ص۸۱ ج ۱ میں ہے لاتلبسو السّواد فانہ لباس فراعون۔ اس کا ترجمہ اور مطلب بیان فرمائیے؟

جواب ۸۳:- ترجمہ و مطلب اس کا یہ ہے کہ کالا لباس نہ پہنو کہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ چنانچہ ہم کب کہتے ہیں کہ غمِ معصومؑ کے سوا کالا لباس پہنا جائے

دوم یہ کہ منقولہ روایت مجہول ہے دیکھئے کتاب مراۃ العقول جلد ۳ ص ۱۵۹ لیکن اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ کالی کملی والے کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ نیز کنز الدقائق میں مروی ہے کہ خلفاء سیاہ لباس پہنتے رہے ہے۔

اعتراض ۸۴:- من لا یحضرہ الفقیہ کے ص۸۱ میں ہے اگر استنجا کے لیے پانی نہ ملے تو تھوک سے استنجا جائز ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ہمیں افسوس ہے کہ ہم من لا یحضرہ الفقیہ کے ص۸۱

جواب ۸۴ :- پر یا اس کے قریب آگے پیچھے اس روایت کو تلاش نہیں کر سکے۔ تاہم ایسی روایت فروع کافی میں موجود ہے اس لیے حوالہ کی غلطی کو نظر انداز کرتے ہوئے جواباً عرض کرتے ہیں کہ قریشی صاحب نے سارے گذشتہ اعتراضات میں سے یہ اعتراض خوب مزے کا کیا ہے۔

خدا کی شان ہے کہ وہ لوگ بھی تھوک سے طہارت کرنے پر اعتراض کرتے ہیں جن کے ہاں پاکی کا یہ عالم ہے کہ مادہ منویہ جس کے نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ایسی غلیظ چیز بدن و کپڑوں پر لگ جانے کی صورت میں نماز تک کے لیے بدن و کپڑوں کو دھونا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ کھرچ لینا ہی کافی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ فتاویٰ قاضی خاں، بخاری شریف اور ہدایہ وغیرہ

پھر یہاں تک کہ اگر نجاست لگی ہو نہ دھونے کی ضرورت نہ کھرچنے کی نجاست میں لتھڑے ہوئے بھی نماز جائز ہے۔

(ان لم یغسل النجاسۃ وصلی جاز) یعنی اگر نجاست کو نہ دھوئے اور نماز ادا کرے تو جائز ہے۔ دیکھئے فتاویٰ قاضی خاں جلد ۱ ص ۱۶ مطبع نولکشور۔ اور اگر زیادہ احتیاط کرنا چاہے تو اس فلاظت و نجاست کو اپنی زبان سے چاٹ لے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے (وکذا اذا اصابت النجاسۃ بعض اعضاءہ ولحسھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا) یعنی اسی طرح جب کوئی نجاست اس کے بعض اعضا پر لگ جائے اور وہ اسے زبان سے چاٹے یہاں تک کہ اس کا اثر زائل ہو جائے تو عضو پاک ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۱۰)

قریشی صاحب! آپ پر افسوس ہے کہ آپ کو تو شیعوں کو داد دینا چاہیئے کہ وہ اس قدر طہارت کے پابند ہیں کہ اگر کسی وقت پانی بالکل میسر نہ ہو وہ مختصر مقام کو قلیل پانی سے پاک تو کر لیتے ہیں۔ اور تھوک سے پاک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مگر آپ کی طرح نہ ہی کھرچتے ہیں اور نہ ہی چاٹتے ہیں۔

اگر تھوک سے طہارت کا مزید ثبوت درکار ہو تو اپنی صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۵ مطبع مجتبائی دہلی میں ذرا ام المومنین بی بی حضرت عائشہ کا بیان مطالعہ فرمالیجیے۔

جناب عائشہ کہتی ہیں کہ ہم ازواج نبیؐ کے پاس ایک ایک کپڑا ہوتا تھا جس میں ہمیں حیض بھی آجاتا تھا۔ پس جب اس پر خون حیض لگ جاتا تو ہم اس کو تھوک سے پاک کر لیتی تھیں اور اگر کچھ باقی رہ جاتا تو اسے ناخنوں سے کھرچ لیتی تھیں"

اب خود سوچ لیجیے پیشاب زیادہ نجس ہے یا حیض ہماری رائے تو اس شعر سے ظاہر ہے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں ؎

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر   پردہ میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

اعتراض ۸۵ :- نہج البلاغہ ص ۳ ج ۲ میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے جنگ کو جانے کے لیے حضرت علی سے مشورہ پوچھا تھا تو آپ نے کیا فرمایا۔

ھو دین اللہ الذی اظھرہ۔ یہ خدا کا دین ہے جسے اس نے غالب کر دیا۔ فرمائیے کیا فاروق اعظم کے زمانہ میں دین خداوندی غالب

تھا یا مغلوب۔ اگر غالب تھا تو خلافتِ فاروقی کی حمایت ثابت ہوتی ہے ورنہ جواب دیجئے؟

خدا کا دین ہمیشہ غالب ہے کبھی مغلوب نہیں ہوا۔ البتہ

جواب ۸۵:- ظاہراً دیندار غالب و مغلوب ہوتے رہتے ہیں۔ غلبۂ دین سے حکومت واقتدار کا کوئی تعلق براہ راست نہیں ہے۔ دین کا تحفظ خود خداوند تعالیٰ کرتا ہے۔

اگر فتوحات اور وسعت سلطنت کا واسطہ دین سے ہونا مان لیا جائے تو ابتداء سے آج تک مسلمانوں کو غیر مسلموں پر مجموعی طور پر غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔ اور اگر کسی جگہ غالب آئے بھی تو پھر کچھ عرصہ بعد مغلوب ہوئے اور اس وقتِ موجود میں بھی مسلمان غالب نہیں ہیں بلکہ ہر اعتبار سے مغلوب ہیں۔

تو کیا اس مغلوبی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اور غیر مسلموں کے غلبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ غیر مسلموں کا دین غالب آگیا ہے۔ غالباً کوئی بھی صاحبِ ادراک اس توضیح کو ماننے پر تیار نہ ہوگا۔

دین کا غلبہ علم و حکمت و اخلاق و مواعظ حسنہ سے ہوتا ہے۔ دین کے اصول غالب رہتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی بھی ہم غلبۂ دین کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد ہماری یہی ہوتی ہے کہ اس کے ضابطے فطری و عقلی اعتبار سے ہر میدان میں غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس خوش فہمی میں "غلبۂ دین" کو استعمال کرتا ہے کہ اس سے مراد فتح یابی و کامیابی جنگ و جدل ہے تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ اسلام میں ایک دن بھی ایسا نہیں آسکا ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں پر کلی یا مجموعی طور

پر غلبہ حاصل ہوا ہو۔ ہاں البتہ ایسا غلبہ زمانۂ مہدی آخر زماں علیہ السّلام میں حاصل ہوگا۔

معترض نے جو جملہ جناب امیرؑ کا نقل کیا ہے لفظی اعتبار سے صحیح نہیں ہے ناظرین نہج البلاغہ کا ارشاد ۱۳۴ بعنوان "علی اور عمر" اصل کتاب میں ملاحظہ فرمالیں البتہ چونکہ مفہوم ملتا جلتا ہے اس لیے اصل عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

اس جملہ سے معترض کی مراد حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ لفظ "اظھرہ" کے معنی "اسے ظاہر کیا" ہوتے ہیں گو کہ "غلبہ" کے معنی ضمنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن دراصل حضرت امیرؑ نے اس جملہ میں بھی اپنی ولایت ہی کی شان بیان فرمائی ہے کہ ارشاد کیا ہے۔ "یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا ہے" یعنی باوجود تصرّفِ حکومت کے حاکم صاحب تخت و تاج و اقتدار مجبور ہے کہ وہ ہادی برحق سے مشورہ لے۔ اگر حضرت علیؑ کا مقصود حضرت عمر کی خلافت و حکومت کی حقانیت کی تائید ہوتا تو آپ حکومت یا حکمران کی شان و تعریف بیان کرتے نہ کہ اظہارِ دین کی ضرورت محسوس کرتے۔

دراصل ارشاد مولیٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے حق کو ظاہر کیا ہے دینِ حقہ کو غالب کیا ہے کہ غاصب حاکم مجبور ہو کر جاہ و حشمت کے باوجود حجتِ خدا جو کہ گوشہ نشین ہے۔ کی چوکھٹ پر سرِ نیاز تسلیم خم کر رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا دین غالب ہے اور حکومت مذکور وارثِ دین کے سامنے مغلوب ہے۔

اور قریشی صاحب حضرت علیؑ کا یہ مشورہ بھول گئے کہ خود نہ جا بلکہ

کسی تجربہ کار کو بھیج (یعنی تو نا تجربہ کار ہے!)

ترجمہ مقبول کے حاشیہ ص۴۶۲ میں ہے۔ اصلی

اعتراض ۸۶:- قرآن قائم آل محمد (امام مہدیؑ) کے پاس ہے وہ تو لے کر آئیں گے۔ کیا یہ صحیح ہے اور موجودہ قرآن واقعی غیر اصلی ہے وضاحت سے اس مسئلے کو بیان فرمائیے؟

اصلی قرآن سے مراد مولوی مقبول احمد صاحب اعلی اللہ

جواب ۸۶:- مقامہ کی یہ ہے کہ وہ قرآن جو خود حضورؐ نے حضرت علیؑ کو تحریر کروایا تھا اور جسے جامع قرآن نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ امام مہدیؑ کے پاس محفوظ ہے اور جس کی ترتیب وہی اصلی ہے جس ترتیب سے نزول ہوا۔ اس سے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ موجودہ قرآن معاذ اللہ غیر اصلی و غیر الہامی ہے۔ یہی ہمارا ایمان ہے۔

اعتراض ۸۷:- ترجمہ مقبول ص۴۰۴ کے حاشیہ میں ہے۔

فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون نہیں ہے۔ والماء مونون ہے۔ کیا واقعی قرآن مجید میں یہ لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے آخر بات کیا ہے؟

ترجمہ مقبول ص۴۰۴ میں یہ بات بالکل موجود نہیں ہے

جواب ۸۷:- اس صفحہ پر سورۂ حج کی آیات ہیں جبکہ منقولہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو ص۲۹۳ پر ہے اور وہاں حاشیہ میں لفظ "مومنون" کی تاکید کی گئی ہے کسی جگہ "والماء مونون" نہیں مل رہا ہے۔ دونوں صفحات کی عکسی انقال شائع کی جا رہی ہیں، تاکہ قریشی صاحب کی خیانت

اقترب ۱۷ — ۴۰۴ — الحج ۲۲

يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن
تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ
بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا
عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝ وَكَأَيِّن
مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ
وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ
مُّبِينٌ ۝ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم
مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا
مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن
قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى
الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ
ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ
مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

منزل رابع

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَ

سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اور (اے رسول) کہہ دو کہ تم عمل کئے جاؤ عنقریب اللہ اور اُس کا رسول اور

الْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

ایمان دینے والے تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور عنقریب تم غائب و حاضر کے جاننے والے کی حضور میں واپس کئے جاؤ گے اور

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا

جو جو کچھ تم کیا کرتے تھے اس سے وہ تم کو آگاہ کر دے گا۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کے فیصلے کے امیدوار ہیں کر دیکھیں

يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ وَالَّذِينَ

وہ اُن کو عذاب دیتا ہے یا اُن کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ صاحب علم و حکمت ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے

اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ

ایک مسجد ضرر پہنچانے کے لئے اور مومنین کے مابین پھوٹ ڈالنے کے لئے بنائی ہے اور

إِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ

جو شخص پہلے سے خدا اور خدا کے رسول سے لڑا کرتا تھا اُس کو گھات کا موقع دینے کے لئے بنائی ہے وہ ضرور حلف

إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ لَا تَقُمْ

اٹھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو اس سے سوائے نیکی کے اور کچھ بھی نہ تھا مگر اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ بالیقین جھوٹے ہیں۔ اس مسجد

فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ

میں تم کبھی نماز نہ پڑھنا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس کی زیادہ مستحق ہے کہ

أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ

تم اس میں نماز پڑھتے رہو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اللہ (بھی)

يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ○ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ

پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آیا وہ شخص جو اپنے (دین کی) بنیاد خدا کے خوف

اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا

اور اُس کی خوشنودی پر رکھے بہتر ہے یا وہ شخص جو اپنی بنیاد پھٹے ہوئے

جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

کنارے کے کنارے پر رکھے جو گرا چاہتا ہو پھر وہ مع اُس کے آتش جہنم میں جا گرے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کی

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي

راہبری نہیں فرماتا۔ اُن کی بنیاد جنہوں نے یہ مسجد بنائی تھی ہمیشہ اُن کے دلوں میں شک کا

برسرِ عام ظاہر ہو جائے اگر مطبع و ایڈیشن کا فرق بھی ہوتا تو بھی ڈیڑھ سو صفحے سے زائد کا فرق محال ہے۔ لہٰذا قریشی صاحب نے قصداً عوام کو دھوکہ دیا ہے جو کہ نہ صرف قابلِ مذمت ہے بلکہ قابلِ تعزیر بھی ہے لیکن ممکن ہے کہ طباعت میں کتابت کی غلطی رہ گئی ہو یہ تو حاشیہ کی بات ہے کتابت کی غلطیاں تو متن میں رہ جاتی ہیں اب حکومت کی طرف سے تصحیح کے سخت احکام جاری ہوئے ہیں۔

اعتراض ۸۸:- ترجمہ مقبول میں ص۴۰۷ ہے التائبون العابدون غلط ہے اصل میں التائبین العابدون صحیح ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ آپ خدارا ہمیں صحیح قرآن سے واقف فرمائیے۔ کرم نوازی ہو گی؟

جواب ۸۸۔ ترجمہ مقبول ص۴۰۷ پر یہ روایت قطعاً تحریر نہیں ہے وہاں دوسرا پارہ تحریر ہے۔ البتہ یہ بھی سورۂ توبہ ہی کی ایک آیت کے الفاظ ہیں جو ص۲۴۴ پر مرقوم ہیں۔ وہاں یہ روایت حاشیہ میں موجود ہے اس کا جواب اگلے اعتراض کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض ۸۹:- ترجمہ مقبول ص۴۱۲ کے حاشیہ میں ہے لقد جاءکم غلط ہے۔ لقد جاءنا صحیح ہے رسول من انفسکم غلط ہے من انفسنا صحیح ہے ما عنتم غلط ہے ما عنتنا صحیح ہے حریص علیکم غلط ہے حریص علینا صحیح ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ واقعی یہ آیت اگر اس طرح ہے تو قرآن مجید سے نکال کیوں نہ دی گئی؟

ترجمہ مقبول ص۴۱۲ پر پارہ ۱۸ کی سورۂ مومنون کی

جواب ۸۹:- آیات ہیں جبکہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو پارہ ۱۱ کے ص۲۴۷ پر ہے حاشیہ میں قرآت کا تذکرہ ہے اور یہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کی قرآت سات حروف پر ہے صفحہ مذکورہ پر حرف "انفسکم" کا مفتوح الف ہونے کا بیان موجود ہے "لقد جاءنا" "ما عنتم" اور "حریص علینا" کے بارے میں کوئی بات تحریر نہیں ہے اس صفحہ کی فوٹو کاپی بھی شائع کی جارہی ہے تاکہ قریشی صاحب کی بددیانتی معلوم ہوجائے اور شاید اپنے جھوٹ پر نادم ہوجائیں

اب غلط و صحیح کا دریافت کردہ جواب حاضر خدمت ہے چنانچہ اگر کبھی آپ کو تفسیر دُرِ منثور علّامہ حافظ جلال الدّین سیوطی دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا ہو تو جلد ۲ ص۲۴۶ نکال لیجئے۔ اسی طرح اپنی معتبر ترین تفسیر اتقان کی پہلی جلد کا ص۱۷۴ بھی سامنے رکھ لیجئے اور دیکھئے خلیفہ ثالث، جامع القرآن، حضرت عثمان بن عفان کا یہ قول تین مرتبہ پڑھئے کہ "مصحف (قرآن) موجود میں کچھ غلطیاں بھی ہیں" اب آپ خود جواب دیجئے کہ حضرت غنی نے ان غلطیوں کو درست کیوں نہ فرمایا؟ جبکہ ان کے علم میں بھی تھا۔ اس سے زیادہ اس بارے میں ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے آپ کی کتابوں کی بات ہے آپ جانیں یا علّامہ سیوطی اور حضرت عثمان البتّہ اتنا ضرور کہیں گے کہ جب حضرت عثمان کی توجّہ ان اغلاط کی جانب مبذول کرائی گئی تو آپ نے فرمایا ان کی درستگی اہل عرب خود کرلیں گے آپ لوگوں کا شروع ہی سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ ہماری چھوٹی سے

يعتذرون ١١ | ٢٤٧ | يونس ١٠

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ

وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ

كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ

يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى

بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ

قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

آياتها ١٠٩ | سورة يونس مكية | ركوعاتها ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ

منزل ثالث

بڑی روایت لے کر تمسخر و استہزا اور اکاذیب کا پُل باندھ دیتے ہیں۔
اور ہمارے علماء کی جرح پر کان تک نہیں دھرتے۔ لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ آپ کے فریب کو طشت از بام کریں اور آپ کی مجرمانہ خیانت کے پردے چاک کریں تاکہ تحریف کا جو الزام آپ ہم پر تھوپتے ہیں اس کی صفائی پیش کر سکیں اور مبحث تحریف کا چہرۂ داغدار آپ کے مذہب میں بالکل عیاں ہو جائے۔ چنانچہ اب ہم اتقان جلد ۱ ص ۱۸۴-۱۸۳ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

" ابو عبیدہ نے فضائلِ قرآن میں فرمایا ہم سے ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ کی حدیث بیان کی عروہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ سے قرآنی غلطیوں کے متعلق سوال کیا۔ یعنی قولِ خدائے تعالیٰ میں " المقیمین " کیوں ہے (بلکہ المقیمون ہونا چاہیئے) اور دوسرے قول میں " ان ھذان " کیوں ہے (بلکہ ان ھذین ہونا چاہیئے) اور تیسرے قول باری تعالیٰ میں " الصابئون " کیوں ہے (بلکہ الصابئین ہونا چاہیئے) حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے یہ عمل کاتبوں کا ہے جنہوں نے لکھنے میں غلطی کی ہے " (علامہ سیوطی لکھتے ہیں یہ حدیث شیخان (بخاری ومسلم) کی شرط کے مطابق صحیح الاسناد ہے)

قریشی صاحب! آپ کے مذہب میں قرآن میں غلطیاں تسلیم کرنے کے لیے صرف یہی ایک صحیح حدیث کافی ہے۔ اور ہم خائن سے بیزار ہیں دین کا معاملہ ہے اس حرکت سے بہت ڈرتے ہیں۔ آپ کو جو حدیث نشان کرائی ہے انشاء اللہ آپ اس کا جواب تا قیامت نہ دے سکیں گے

اس حدیث نے آپ کے لیے دو صورتیں پیدا کر دی ہیں یا تو صدیقہ کو جھوٹا کہہ دیجئے یا پھر قرآن موجود میں بوجہ کتابت غلطیاں تسلیم کر لیجئے۔
جب آپ اتقان کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ علامہ سیوطی نے اس حدیث کی صحت میں کیسی عمدہ بحث کر کے تمام اعتراضات کو مردود قرار دیتے ہوئے یوں اپنا ناطق فیصلہ تحریر کیا ہے۔

" سب کے بعد میں کہتا ہوں کہ ان کُل جوابوں میں سے ایک بھی حدیثِ اُمُّ المومنین کے جواب کا جواب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لیے اس حدیث کی سند کو ضعیف نہیں کہہ سکتے کہ سند اس کی صحیح ہے۔ جب کہ تم دیکھتے ہو۔
لیکن رمز وغیرہ سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ عروہ کا سوال حرفِ مذکورہ کے متعلق تھا۔ جن میں رمز وغیرہ کو ربط نہیں ہے "

(اتقان جلد ۱ ص ۱۸۵)

ہم نے عثمان کے قول اور حضرت عائشہ کی شہادت سے آپ کے مذہب کے مطابق ثابت کیا کہ قرآن میں کتابت کی غلطیاں ہیں۔ اور غالباً یہ وجہ بھی ہے کہ سات حروف میں قرآن کی قرات درست ہے لیکن علامہ حافظ سیوطی اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن لکھنے والوں نے حروفِ سبعہ میں سے بہتر حرف کو امت کے اتفاق کے لئے منتخب کرنے میں خطا کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ کے مذہب میں حضرت عثمان اور حضرت عائشہ کی گواہی کے ساتھ قرآن میں ایسی غلطیاں تسلیم شدہ ہیں اور ان کی

درستگی ممنوع اور مجروح نہیں ہے۔

قریشی صاحب! ہم حرف گیری سے اجتناب کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے مذہب کے چہرہ "تحریفِ قرآن" کو نقابِ کذب ہی میں چھپا رہنے دیجئے۔ اور منہ نکال نکال کر مت جھانکئے ورنہ پھر ہم بھی مجبور ہو جائیں گے۔ اور پھر آپ ناراض ہوں گے۔

چنانچہ ہمیں چھیڑنے کی بجائے براہ مہربانی صرف "اتقان" کا مطالعہ کریں۔ جو آپ کو مجبور کر دیگا کہ مان جائیں شیشہ میں آیا ہوا بال نہیں نکلتا اگر ہمیں متحرک کریں گے تو پھر آپ کو پیٹنا پڑے گا۔ آپ کے اعتراض کا جواب آپ ہی کے گھر سے دیدیا گیا۔ ذمہ داری ختم ہوئی، باتیں آپ کی ہیں قلم ہمارا ہے کتابیں آپ کی ہیں مطالعہ ہمارا ہے۔ ہم صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ اپنے مذہب سے رسولؐ اللہ کی حدیثِ متواترہ موجودہ قرآن مجید کے اصلی ہونے پر لائیے۔ تب آپ کا دعویٰ قرآن اصلی بے شک مان لیں گے (حالانکہ قرآن لاریب اصل ہی ہے) آپ آخر پھر کس بل پر دعویٰ اُحق کرتے ہیں جو مذہب اپنی الہامی کتاب کو شارع علیہ السّلام کی زبان سے ثابت نہ کر سکے۔ وہ اور کچھ اپنی حقّانیت کا کیا جواز پیش کر سکتا ہے؟ یہ شرف بفضلِ تعالیٰ صرف غلامانِ علیؑ کو ہے کہ میدان میں یا علیؑ کی مدد سے کامران ہوتے ہیں اب آپ مطلوبہ حدیث متواتر تلاش کیجئے۔ ورنہ غلط پرچار بند کر دیجئے ہم اگلے اعتراض کا جواب لکھتے ہیں۔

اعتراض ۹۰ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص۲۹۰ سطر ۱۷ میں ہے کہ کعبہ میں بُت توڑنے کے لیے جب آنحضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ میری پشت پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہبل کعبتہ اللہ کے اوپر سے گرا دیا جائے علی نے عرض کی یارسول اللہ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ حضور میری پشت پر سوار ہو جائیں۔

پس جیسے ہی آنحضرت نے علیِ مرتضیٰ کی پشت پر قدم رکھا تو وہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ ثقلِ رسالت کے سبب میں آنحضرتؐ کو نہ اٹھا سکا۔

فرمائیے اگر حضرت علی اسی نور سے پیدا ہوئے جس سے آنحضور علیہ السّلام پیدا ہوئے تو یہ ثقل کیسا اور نہ اُٹھا سکنا کیسا بات کھول کر بیان فرمائیے؟

جواب ۹۰:- نورِ محمدیہ کی حقیقت کا راز صرف خدائے تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اگر کم فہم لوگوں کو بھی یہ معرفت حاصل ہو جائے تو کم فہم کیوں رہیں۔ اپنی عقل کے مطابق جوابِ اعتراض یہ ہے کہ مشاہدہ گواہ ہے۔ ہر شے کا وزن ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ امام زین العابدینؑ کی ایک دعا میں جملہ ہے۔ کہ (اللہ) تو روشنی و ظلمت کے وزن کو جانتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ نور اور اندھیرے کا بھی وزن ہے اور یہ بات بھی مشاہدۃً ثابت ہے کہ کسی ایک شے کی بنی ہوئی دو چیزوں میں ہلکی بھاری کا امتیاز روا ہے۔ مثلاً ایک ہی مٹّی سے بنے ہوئے دو پیالوں میں ایک گراں اور دوسرا ہلکا ہو سکتا ہے اسی طرح ایک ہی نور سے بنے ہوئے دو معصوم ہلکے بھاری بڑے چھوٹے ہو سکتے ہیں۔ چونکہ حضورؐ حضرت علیؑ سے بڑے ہیں۔ اس لیے حضرت علیؑ سے بھاری ہیں۔ لہٰذا وزن پر بوجہ خلقتِ نوری اعتراض کرنا عقلاً درست نہیں ہے۔ لیکن ہم نقلاً بھی نور کا وزن ثابت کرتے ہیں چنانچہ آپ کے ہاں کی مشہور روایت ہے کہ

جب روزِ جزا اللہ میاں کرسی عرش پر بیٹھے گا تو وہ کرسی نورِ وزنِ خدا سے چر چرائے گی۔ حالانکہ ہم دیدارِ خدا کے قائل نہیں لہٰذا یہ حدیث ہم صحیح نہیں سمجھتے تاہم آپ پر حجت قائم کرنے کی لیے کافی ہے کہ خدا بھی نور ہے اور اس کا بھی وزن ہے آپ کی روایت کے مطابق کرسی بھی نور ہے تو چرچرانا کیسا؟ پس خدا کے بعد حضورؐ نورِ مخلوق ہیں اور علیؑ آپ ہی کے نور کا ٹکڑا ہیں۔ لہٰذا آپ کا نور حضرت علیؑ کے نور سے بھاری ہے۔ اسی طرح قرآن مجید بھی نور ہے اور اس کا بھی وزن ہے تبھی تو ارشادِ خداوندی ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ چنانچہ ثقلِ رسولؐ کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ قرآن مجید ایسا نوری ثقل آپؐ پر نازل ہوا اور ناطقِ قرآن جیسا نور بھی آپؐ کے کندھوں پر سوار ہوا اس واقعہ بُت شکنی سے شانِ رسالت کی بلندی معلوم ہوتی ہے کہ علیؑ جیسی ہستی بھی سرکارؐ کا نوری بوجھ نہ اٹھا سکی۔ حالانکہ دونوں ایک نور سے پیدا ہوئے۔ ایک وزن میں زیادہ اور دوسرا اس سے کم اور یہ کمی بیشی خلقتِ نورِ واحد کو مانع نہیں ہو سکتی۔ پس حضورؐ کا نور بھاری ہے اور اس کے بعد علیؑ جو نورِ محمدؐ سے ہیں سب سے بھاری ہیں۔

یہاں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ بڑا بلب چھوٹے بلب کی روشنی کو اپنے میں جذب کر لیا کرتا ہے جبکہ اندھیرا ہلکی اور ہر قسم کی روشنی کا بوجھ برداشت کر لیتا ہے۔ کیونکہ اندھیرے میں ذاتی نور نہیں ہوتا ہے لہٰذا نور علیحدہ ہوتا ہے تو ظلمت ہی ظلمت رہ جاتی ہے۔ اونٹنی۔ اونٹ اور خچر حضورؐ کا وزن اٹھا لیتے تھے اس لیے کہ وہ نور کا وزن محسوس نہ کرتے

تھے کیونکہ خود نور نہ تھے۔

اعتراض ۹۱:۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۳۸۴ سطر ۲۰ میں ہے کہ دابۃ الارض کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا نہ کوئی اس کو پکڑ سکے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ سکے گا۔

اس کے بعد ضمیمہ ص ۳۸۵ سطر ۱۸ میں امام جعفر صادق کی روایت سے نقل کیا گیا ہے۔ علیؑ بن علیؑ (ابی) طالب ہی وہ دابۃ الارض ہے جو آدمیوں سے کلام کرے گا واضح فرمایئے کہ کیوں دابۃ الارض سے مراد حضرت علی ہیں؟

جواب ۹۱:۔ اس لیے کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبۃ البیان میں ارشاد فرمایا کہ میں ہی دابۃ الارض ہوں اور حضرت علیؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔ ثبوت کے لیئے ملاحظہ کریں (مناقبِ مرتضوی مولوی محمد صالح کشفی چشتی سنی)

اعتراض ۹۲:۔ اگر بالفرض امام جعفر صادق کی اس روایت کو مان لیا جائے تو کیا حضرت علیؑ مرتضیٰ کا قد پہلے سے ساٹھ گز تھا یا اس وقت ساٹھ گز بن جائے گا۔ ایسی تشریح فرمایئے کہ مسئلہ سمجھ میں آجائے؟

جواب ۹۲:۔ چونکہ امام جعفر صادقؑ اور امیر المومنین صدیقِ اکبر علی ابن ابی طالب علیہما السلام دونوں سچوں نے یہ کہا ہے اسلیے ہم یقین کرتے ہیں۔ قد پہلے سے ساٹھ گز تھا یا نہ تھا۔ اس بحث کی ضرورت ہی نہیں کہ کرامات و معجزات محیر العقول ہی ہوا کرتے ہیں۔ جب حضورؐ نے

شق القمر کا معجزہ دکھایا تو مولوی عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ"
میں بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دونوں ٹکڑے حضورؐ کی دونوں بغلوں میں
سے گزر گئے۔ کیا چاند کے محیط کو مدِّنظر رکھتے ہوئے آپ بتا سکتے ہیں
کہ حضورؐ کی بغل مبارک کا احاطہ و رقبہ شریف کیا تھا؟ اگر ایمان خالص
ہے اور یقینِ کامل ہے تو اس تشریح سے مسئلہ سمجھ میں آجانا چاہیئے اگر اعجاز
ہی سے انکار ہے تو عقلاً بھی یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ نوری ہاتھ قوی و
حاوی ہوتے ہیں جیسا کہ دَورِ سائنس میں بجلی کی ایسی مشینیں ایجاد ہیں
کہ کئی میل سے محض بٹن دبا کر کام لیے جا رہے ہیں۔

اعتراض ۹۳: غزواتِ حیدری ص۵۸۲ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے
کہ حضور علیہ السلام نے بوقتِ وفات یہ وصیت
فرمائی تھی کہ گھروں سے باہر نہ جانا۔ کاروبارِ جہاں سے کچھ کام نہ رکھیو۔
اور نامحرم سے ہر دم آپ کو چھپایئو۔ فرمائیے مطالبہ فدک کے لیے جب
سیدہ گھر سے باہر تشریف لے گئیں تو کیا سرورِ کائنات کی نافرمانی
لازم نہ آئی۔

جواب ۹۳: جواب اس کا یہ ہے کہ اس طرح کے نصائح اجمالاً ہوتے ہیں۔ گھر
سے باہر جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی کام کے سلسلے
میں بھی گھر سے باہر نہ نکلا جائے بلکہ فضول و بے مقصد باہر آنا مراد لیا جاتا
ہے اور کاروبارِ جہاں سے بھی وہی امور ہوں گے جو خلافِ شریعت ہوں
اور چونکہ بی بیؑ پاک اپنے حق کو طلب کرنے کی خاطر تشریف لائیں، اس لیے
حق کے خلاف نہ تھا۔ پس نافرمانی لازم نہیں آسکتی۔

البتہ جو بی بی حکمِ قرآن کے خلاف میدانِ جنگ میں اُتر آئی ہو۔ اس
پر یہ الزام نافرمانی عائد کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ جنگ بھی اس کے خلاف
ہو جسکے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہو۔ کہ حق اس کے ساتھ ہے اور یہ حق کے ساتھ۔

اعتراض ۹۴: ترجمہ مقبول کے حاشیہ ص۸۵۳ سطر ۱۹ میں ہے جناب
امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ
بقر سے بھی زیادہ طویل تھی۔ مگر چونکہ اس میں عرب کے مردوں اور عورتوں
کی عموماً اور قریش کی خصوصاً بداعمالیاں ظاہر کی گئی تھیں اس لیے کم کر دیا
گیا۔ اور اس میں تحریف کر دی گئی۔

جواب ۹۴: قریشی صاحب! آپ ہی کے بھائی مولوی عبدالشکور لکھنوی اپنے
رسالہ النجم میں اس بات کا جواب یوں تحریر کرتے ہیں۔
اگر مل سکے تو اس کا ص۹۸ دیکھ لیجیے۔ "سورۂ احزاب کی دو سو آیتیں
تھیں۔ مگر حضرت عثمان اس سے (موجودہ ۷۳ آیتوں سے) زائد لکھنے
پر قادر نہ ہوئے اس کی وجہ دوسری روایتوں میں بیان ہوئی ہے۔
چنانچہ حذیفہ سے دُرِّ منثور (علامہ جلال الدین سیوطی) میں منقول
ہے وہ کہتے ہیں وہ آیتیں ہم بھول گئے۔ پھر کہیں نہ ملیں۔ خدا نے ایسے نسیانِ
عام کو منسوخ کی علامت قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت نے اس روایت
کو منسوخ کی مثال میں پیش کیا ہے۔ کسی نے اس کو تحریف نہیں سمجھا۔

اب میرے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

کو عیسیٰ بن مریم کہا جاتا ہے۔

لہٰذا دونوں صورتوں میں نسب ماں سے لینے میں کوئی امر مانع معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ عموماً نسب باپ ہی سے ہوتا ہے۔

اعتراض ۵:- اگر باپ کی وجہ سے ہے تو حضرت علیؑ کی باقی اولاد سیّد کیوں نہیں۔ اگر ہے تو اپنی کسی کتاب کا حوالہ بیان کیجئے؟

جواب ۵:- تمام اعزازات کی عطا بارگاہِ رسالتؐ سے ہوتی ہے۔ اگر سیّد محترم ہیں تو اس کی وجہ اوّل یہ ہے کہ اولادِ رسولؐ ہیں لہٰذا جب تک حضورؐ سے سند حاصل نہ ہو جائے ہم کسی کو سردار نہیں مانتے۔ خواہ وہ حضرت علیؑ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اصل منبع عزّ و شرف آپؐ سرکار ہی ہیں۔

لہٰذا حضرت علیؑ کی دوسری اولاد جو بی بی پاکؑ کے بطن سے نہ تھی ان کو حضورؐ نے سیّد کا اعزاز نہیں بخشا نہ ہی حضورؐ کے بعد کسی معصوم ہستی نے۔ حتّیٰ کہ نہ ہی جناب امیر علیہ السّلام نے اور نہ ہی اولاد مذکورہ نے خود کو اس اعزاز سے منسوب فرمایا ہے کوئی ایسا دعویٰ نہیں ملتا ہے۔

لہٰذا اولادِ فاطمہؑ یعنی حضرت حسنؑ اور حسینؑ کی اولاد ہی سیّد ہے۔ جب خود اولاد ہی دعویدار نہیں تو دوسرے لوگوں کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

اعتراض ۶:- اگر ماں کی وجہ سے ہے تو حضرت زین العابدینؑ سیّد نہ ہوئے جبکہ ان کی والدہ نہ سیّدہ تھیں نہ قریشیہ؟

جواب ۶:- ہم نے عرض کر دیا کہ جب حضورؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو سیّد کا لقب بخشا ہے اور اولاد کا نسب باپ سے ہے اس لیے ان کی اولاد سیّد ہو گی اور امام زین العابدین علیہ السّلام ذرّیتِ رسولؐ ہیں۔

اعتراض ۷:- حضرت علیِ مرتضیٰؑ آپ کے نزدیک سیّد ہیں یا نہ۔ اگر ہیں تو ان کی ساری اولاد سیّد کیوں نہیں؟

جواب ۷:- ارشادِ رسولؐ ہے کہ "الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّۃ وابوھما افضل منھما"۔ کہ حسنؑ اور حسینؑ جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے افضل ہیں۔ پس حضرت امیرؑ سیّد السادات ہیں۔

کیونکہ سندِ رسولِ مقبولؐ سے حاصل ہے اور درحقیقت سیّد بنانے والے تو حضور نبی کریمؐ ہیں۔ ہم کو یا آپ کو یہ اختیار نہیں۔ اب چونکہ سبطینؑ کو حضورؐ نے اپنے فرزند قرار دے لیا اور حضرت علیؑ کی دوسری اولاد کو یہ شرف قدرتی حاصل نہ ہو سکا۔ اس لیئے فرزندانِ رسولؐ ہی کی اولاد کو سیّد کہا جائیگا کہ سیّد سے مراد اولادِ رسولؐ ہے۔ اگر رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کی دوسری اولاد کو سیّد فرمایا ہوتا تو بلاشبہ وہ بھی سیّد ہوتی اور دوسری اولاد کا ایسا دعویٰ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرف اختیاری نہیں ہے بلکہ عطائے خدا و رسولؐ ہے

اعتراض ۸:- اور اگر معاذ اللہ سیّد نہیں ہیں تو سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے کیسے جائز ہوا؟

جواب ۸:- چونکہ حضرت امیرؑ سیدوں سے بھی افضل ہیں۔ کہ نفسِ رسولؐ ہیں اس لیئے ان کو بی بی پاکؑ سے شرفِ ازدواجیت حاصل ہوا کہ اگر آپ سیّدہ ہیں تو وہ سیّدوں سے افضل ہیں۔ اسی لیے حضورؐ کی حدیث ہے کہ

"اگر علیؑ نہ ہوتا تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا"۔ پس علیؑ بی بی پاکؑ سے افضل

فلک النجاۃ ص۴۲۰ ج ۱ سطر ۱۳ میں ہے لہٰذا ہم

اعتراض ۹۵:- کتاب امامیہ سے ہبہ مذکر کا نشان دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر البرہان ج ۲ ص۸۱۴ وجلد ص۶۰۲ وتفسیر صافی ص۲۶۰ تفسیر مجمع البیان ج ص۵۷ اصول کافی ص۳۸۴ امالی شیخ طوسی ص۶۷ و ص۱۰ وصحیفہ رضویہ صفحہ ص۳۵۴ تفسیر علی بن ابراہیم قمی ص۳۸۵، ص۵۰ احتجاج طبرسی ص۵۲ علی الشرائع ص۴۷،۵۷ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر فدک حضور علیہ السلام نے ہبہ کر دیا تھا تو سارے کا سارا یا البعض؟

جواب ۹۵:- اہلِ فدک نے باغات اور نصف اراضی حضورؐ کو نذر کی جس پر کسی دوسرے کا حق نہ تھا۔ لہٰذا جب آیت وات ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے یہ پوری جائیداد اپنی دختر جناب سیدہؑ کو ہبہ کر دی اور اس کا باقاعدہ وثیقہ لکھا گیا۔ ملاحظہ کیجئے اپنی کتب تاریخ حبیب السیر جلد ۱ جزو سوم ص۸۵، معارج النبوۃ ملا معین کاشفی رکن چہارم باب دہم در بیان وقائع سال ہفتم از ہجرت واقعہ سبز دہم تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ ص۳۷۷ مطبوعہ نولکشور وغیرہ

اعتراض ۹۶:- اگر سارا فدک سیدہ پر ہبہ کر دیا تھا تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ سرور کائنات نے ایسی چیز کا ہبہ کر دیا تھا جس میں یتیموں اور مسکینوں کا حق تھا حالانکہ اہلِ بیت یتیموں کا حق کھانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ یتیم پروری کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

جواب ۹۶:- چونکہ اس پر صرف رسولِ خداؐ ہی کا حق تھا۔ اور وہ اپنی مرضی سے غرباء و مساکین کو بخشش فرماتے تھے لہٰذا کسی

کی حق تلفی نہیں کی گئی۔ چنانچہ صحیح بخاری باب الخمس وباب المغازی، باب المیراث میں حضرت عمر کا قول موجود ہے کہ فدک رسول اللہ کی ملکیت بلا شرکت غیرے تھی (فکانت خالصۃ الرسول اللہ)

اعتراض ۹۷:- اگر سارا فدک یا اس کا کچھ حصہ ہبہ کر دیا تھا تو اس کا حدود اربعہ بیان کرو۔ کہ کہاں سے کہاں تک نیز وراثت کا سوال غلط ہے؟

جواب ۹۷:- فدک خیبر کے مضافات میں ایک زرخیز و شاداب بستی تھی۔ باغات اور لہلہاتے کھیتوں نے اسے جاذب نظر بنا دیا تھا۔ مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر تھی۔ پوری بستی کے باغات اور نصف اراضی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھی جو حضورؐ پاک نے بی بیؑ پاک کو ہبہ فرمایا اور خمس خیبر واقطاع حوائی مدینہ میں ان کا حصہ بطورِ وارث کے ہے لہٰذا وراثت کا سوال یوں پیدا ہوا۔

اعتراض ۹۸:- ترجمہ مقبول ص۲۲۹ حاشیہ میں ہے لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی امداد پر بھروسہ نہ کرو اور ان کے ساتھ یارانہ نشست و برخاست رکھو۔ کیونکہ جو ان سے دوستانہ مدد مانگے۔ وہ انہی جیسا کافر سمجھا جائے گا۔ اور ظاہر ہے اہلِ تشیع کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کافر تھے۔ فرمائیے حضرت علیؑ نے ان کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ انھیں مشورے کیوں دیئے۔ ان سے لونڈی لے کر اپنے صاحبزادے کی شادی کیوں کی کیا یہ جائز ہے آپ کے ہاں اس کا کیا جواب ہے؟

جواب ۹۸:- یہ افترا ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ کو کافر سمجھتے ہیں محض نفرت وتعصّب کی وجہ سے ہم پر یہ الزام من گھڑت عائد کیا جاتا ہے جہاں تک نماز پڑھنے کا سوال ہے تو ہمارے ہاں بغرض نیّت اقتدا وطریقے سے ہر مسلمان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اور کسی کو نیک مشورہ دینا اخلاقی خوبی ہے۔ نیز ہمارے نزدیک غاصبِ حکومت کے مال پر امام عادل وبرحق کا پورا پورا حق ہے لہٰذا لونڈی قبول کر کے شادی کر دینا۔ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بی بی حاجرہ کو ایک کافر بادشاہ سے قبول کر لیا تھا۔

حضرات ابوبکر وعمر وعثمان مسلمان تو تھے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو جو کہ کافر تھا مشورے دیئے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حجّتِ خدا ایسے شخص کو بھی فلاح انسانی کے لئے مشورے دے سکتا ہے جو راہِ حق پر نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس زمانے کے فرعون نے جناب حاجرہ دیں۔ اور امام خلیل جناب ابراہیمؑ نے کافر بادشاہ سے حضرت حاجرہؑ کو قبول کر لیا۔ انہی کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پس جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہ السلام کی شان کے لیے یہ چیز منافی نہیں۔ اسی طرح امام حسینؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ یا جناب امیر المومنینؑ کی شانِ بے عیب کے منافی نہیں۔ جبکہ فرعون مصر کافر تھا اور حضرت عمر مسلمان تھے لیکن روایات کی روشنی میں نہ تو فرعون کو حقانیت کی سند مل سکتی ہے اور نہ ہی حضرت

عمر کو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بی بی شہر بانوؑ حضرت عمر کے عہد میں آئی ہی نہ تھی جیسا کہ سُنّی کتاب تاریخ حبیب السیر میں بالوضاحت مرقوم ہے۔ کہ آپ حضرت علیؑ کے عہد حکومت میں تشریف لائی تھیں۔ لہٰذا اعتراض بالکل غلط بے دلیل اور من گھڑت ہے۔

اعتراض ۹۹:- نہج البلاغہ ص۱۰۱ مطبوعہ الاستقامہ مصری سطر ۶ میں ہے۔ الا وانه سیامرکم بالسبّی والبراءة منی اما السب فسبونی۔

ترجمہ! خبردار بے شک قریب ہے تمہیں حکم کرے گا حاکم مرے سبّ وشتم کر لینا۔ کیا شیعہ مذہب میں حضرت علیؑ کو کسی کے امر سے سبّ وشتم کرنا جائز ہے۔ واضح رہے اس عبارت میں حاکم کا لفظ ہے مجبوری کا لفظ نہیں ہے؟

جواب ۹۹:- مذہبِ شیعہ وسنّی دونوں میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو سب کیا اس نے مجھے (رسولؐ کو) سب کیا۔
(مسند احمد، مستدرک حاکم۔ نسائی دیلمی)

یہ حکم جوازِ تقیّہ کا واضح ثبوت ہے اسی طرح کا واقعہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو پیش آیا تھا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر دُرِّ منثور میں بروایت ابنِ سعد وابنِ جریر وابن ابی حاتم وابنِ مردویہ وحاکم بیہقی محمد ابنِ عمار سے مروی ہے کہ بعض مشرکین نے عمارؓ بن یاسر کو پکڑا اور جناب رسالتمآبؐ کی برائی اور اپنے بتوں کی تعریف کے الفاظ جبراً کہلوا کر چھوڑا۔ عمارؓ نے رسولؐ مقبول کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال پُرملال بیان کیا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا کہ بتاؤ تم اپنے دل کو کس حال پر پاتے ہو عمارؓ نے عرض کیا میں اپنے دل کو ایمان کے ساتھ کامل طور پر مطمئن پاتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب تمہارے اطمینانِ قلب کی یہ حالت ہے تو اگر وہ لوگ پھر تم سے اسی طرح کے کلمات کہلوائیں تو کہدو۔

نوٹ:۔ حضرت عمارؓ کا یہ واقعہ قرآن حکیم کے پارہ ۱۴ سورۃ النحل کی آیت ۱۰۶ کی تفسیر میں اکثر کتابوں میں سنی علماء ہی نے نقل کیا ہے۔ اس پر ہم معترض سے وہی سوال دہراتے ہیں جو اس نے ہم سے پوچھا ہے کہ کیا سُنی مذہب میں کسی کے امر سے رسولؐ خدا کو بُرا کہنا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو رسولؐ خدا نے ایسا کرنے کی کیوں اجازت دی اور اگر جائز ہے تو شیعوں پر اعتراض کیوں؟

پس جس طرح حضرت رسالت مآبؐ نے اجازت دی۔ اسی طرح وصیِ رسولؐ حضرت علیؑ نے اجازت دی لہٰذا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰۰:۔ اپنے مذہب کو حضور علیہ السلام کی زبان سے ثابت کیا جائے؟

جواب نمبر ۱۰۰:۔ ملاحظہ فرمائیے۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاعلی انت وشیعتک ہم الفائزون" فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں۔

دیکھئے کتب اہلِ سنّت والجماعت نمبر ۱ صواعق محرقہ ابنِ حجر مکی ص ۹۶ (۲) تفسیر دُرِّ منثور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۶ ص ۳۷۹ (۳) تفسیر

فتح البیان مؤلفہ علامہ اہلحدیث نوابِ صدیق حسن خاں بھوپالی قنوجی جلد ۱۰ ص ۲۲۳ وغیرہ۔

الحمدللہ کہ اعتراضات کے جوابات مکمل ہو گئے اب فیصلے کا انحصار قارئین کے انصاف پر ہے عرضِ مجیب یہ ہے کہ ہم نے قریشی صاحب کے سو (۱۰۰) اعتراضات کا انتہائی مختصر مگر مکمل جواب دیکر اُن کے اس دعوے کو گیدڑ بھبکی بنا دیا ہے کہ

"معاند کو بجز خاموشی یا فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہے گا"

اب ہم حسبِ وعدہ سو اعتراضات کے مقابلے میں صرف ایک سوال قریشی صاحب سے کریں گے اور یقینِ واثق ہے کہ انشاء اللہ وہ تا حیات اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ گویا

"سو سنار کی ایک لوہار کی"

میرا دعویٰ ہے کہ جس طرح رسول خدا نے شیعوں کے ناجی ہونے کی ضمانت دی ہے اگر قریشی صاحب زبانِ رسولؐ سے ایک بھی صحیح حدیث اپنی ہی کتابوں سے اپنے متعلق دکھا دیں کہ جس میں یہ عبارت ہو کہ

اے فلاں! تم اور تمہارے سُنی یا تمہارے اہلسنّت الجماعت فائزون یا جنتی ہیں۔

تو

میں ایک ہزار روپیہ نقد قریشی صاحب کی خدمت میں انعام پیش کرتے ہوئے سُنی ہو جاؤں گا۔

(مصنف)

ذکاء الاذہان بجواب جلاء الاذہان

ہزار (۱۰۰۰) تمہاری دس (۱۰) ہماری

مصنف :- عبد الکریم مشتاق

مولوی دوست محمد قریشی (سُنّی المذہب) کے ایک ہزار اعتراضات کا مکمل و دندان شکن جواب دے کر مذہب حقّہ شیعہ اثنا عشری کی جانب سے صرف دس سوال دریافت کئے گئے ہیں۔

ان دس سوالوں کے تسلّی بخش جواب دینے والے کو

مبلغ **دس (۱۰) ہزار روپیہ نقد انعام**

بصد شکریہ ——————— پیش کیا جائیگا۔

۶۵۶ صفحات سائز ۲۳×۱۸/۸ عمدہ سفید کاغذ

سرورق رنگین مجلّد ہدیہ روپے

:- ناشر :-

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجرانِ کُتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲